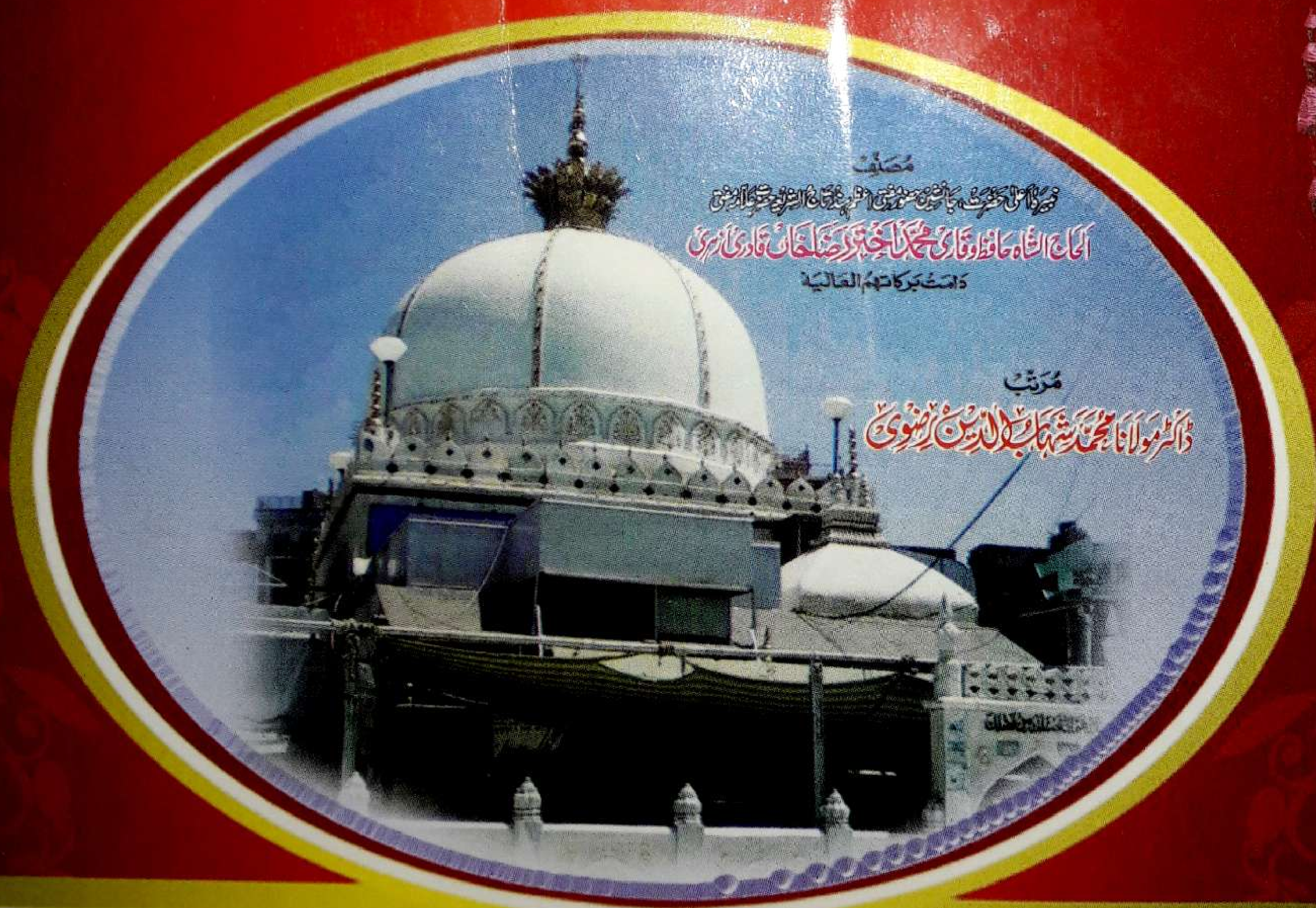
خواجہ غریب نواز

اور

ایک غلط فہمی کا ازالہ



مصنف

نبیرۂ اعلیٰ حضرت، جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی

الحاج الشاہ حافظ و قاری محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

دامت برکاتہم العالیہ

مرتب

ڈاکٹر مولانا محمد شہاب الدین رضوی

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر

۵۸ رکسگران، سوداگران، بریلی شریف، یوپی

خوجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

خواجہ غریب نواز

ایک غلط فہمی کا ازالہ

حضور سلطان الہند سیدی سرکار خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تعلق سے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمی کا ازالہ

از

جانشین حضور مفتی اعظم نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ حافظ وقاری محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم القدسیہ
(زیب مسند رشد وہدایت آستانہ عالیہ رضویہ بریلی)

مرتب: مولانا محمد شہاب الدین رضوی

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر

۵۸۔ کنگران، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ اشاعت نمبر: ۱۵

نام کتاب:--- خواجہ غریب نواز اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

مصنف:--- حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری

مرتب:--- مولانا محمد شہاب الدین رضوی

تصحیح:--- مولانا محمد مناف رضوی، مولانا توقیر احمد رضوی بہرائچی

کمپوزنگ:--- مولانا محمد شفیق الحق رضوی

باہتمام:--- حافظ غلام محی الدین رضوی، قاری صغیر احمد رضوی

سال اشاعت اول: رجب المرجب ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء

سال اشاعت دوم: صفر المظفر ۱۴۳۷ھ/نومبر ۲۰۱۵ء

صفحات:--- ۶۴

قیمت:---

ناشر

اسلامک ریسرچ سینٹر

۵۸۔ کنگران، سوداگران بریلی شریف (یوپی)

فون: 09837549282,09927506409,09873877274

E-mail:mrazvi.razvi@gmail.com WWW.ALAHAZRAT BOOKS.COM

منقبت در شان سلطان الہند خواجہ غریب نواز

از: استاذ زمن مولانا حسن رضا خاں حسن بریلوی برادر امام احمد رضا بریلوی

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مے سر جوش در آغوش ہے شیشہ تیرا
بیخودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالہ تیرا

خفتگان شب غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کا نہ سونا تیرا

ہے تری ذات عجب بحر حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

کس قدر جوش تحیر کے عیاں ہیں آثار
نظر آیا مگر آئینہ کو تلوہ تیرا

گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابر کرم زور برسنا تیرا

کیا مہک ہے کہ معطر ہے دماغ عالم
تختہ گلشن فردوس ہے روضہ تیرا

تجھ میں ہیں تربیت خضر کے پیدا آثار
بحر و بر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا

محی دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدین ہے
اے حسن کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

(ذوق نعت از مولانا حسن بریلوی ص۱۶تا۱۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

سرکار خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت کی والہانہ عقیدت

ہند کے بادشاہ دین کے وہ معین
خواجۂ دین وملت پہ لاکھوں سلام

سرکار خواجۂ ہند سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عقیدت ومحبت اور آپ کی ذات والاصفات سے وابستگی، خوش عقیدہ اور وفا کیش عام مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے، اور ہمیشہ ہر دور میں صرف ملکی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں یکساں طور پر اس کا اثر محسوس کیا گیا ہے۔

آپ کی موثوق اور متوازن شخصیت کا ہر دور میں اہل علم وفضل اور اہل تصوف نے لوہا مانا، اور آپ کی دینی خدمات کا سب نے دل سے اعتراف کیا اور سراہا، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ملک ہندوستان میں جو آج ہر چہار جانب نور ایمان کی شمع فروزاں اور اسلام کا بول بالا ہے، وہ سب خواجہ غریب نواز کی دین ہے۔

پھر آپ کے آستانہ کا ادب واحترام ہر سلسلہ کے بزرگوں نے کیا اور سب نے اپنے متوسلین و متعلقین کو آپ سے محبت کرنے کی تلقین بھی کی۔

پہلی دلیل:

حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی سے زیادہ کون سمجھ اور پرکھ سکتا ہے؟ چنانچہ آپ کی حضرت خواجہ غریب سے عقیدت ومحبت بڑی گہری تھی۔ جیسا کہ آپ سے کسی صاحب نے ایک مرتبہ شہر اجمیر کے ساتھ لفظ (شریف) نہ لگانے کی بابت سوال کیا، تو آپ نے فرمایا۔

> اجمیر شریف کے نام پاک کے ساتھ لفظ شریف نہ لکھنا، اور ان تمام مواقع میں اس کا التزام نہ کرنا، اگر اس بناء پر ہے کہ حضور سیدنا خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلوہ افروزی حیات ظاہری ومزار پر انوار کو (جن کے سبب مسلمان اجمیر شریف کہتے ہیں) وجہ شرافت نہیں جانتا، تو گمراہ بلکہ عدو اللہ ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے من عادیٰ لی ولیا فقد اٰذنتہٗ بالحرب (جس نے میرے کسی ولی سے عداوت کی تو اس سے میرا اعلان جنگ ہے۔) اور اگر یہ ناپاک التزام بربنائے کسل وکوتہ قلمی ہے، تو سخت بے برکتی اور فضل عظیم وخیر جسیم سے محروم ہے۔

(حوالہ: فتاویٰ رضویہ، جلد ششم، ص ۱۸۷، ناشر رضا اکیڈمی ممبئی)

دوسری دلیل:

مزید امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در کا غلام تصور نہ کرنے، اور آپ کی ذات کو ان کی غلامی سے باہر رکھنے والوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ:

اور اگر اس بناء پر ہے کہ حضور خواجۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام بننے سے انکار واستکبار رکھتا ہے، تو بدستور گمراہ اور بحکم حدیث مذکورہ عدو اللہ ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ قال تعالیٰ: أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ۔

تیسری دلیل:

یہی وجہ ہے کہ ۱۳۲۵ھ میں سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی جب زیارت حرمین شریفین سے ہندوستان واپس تشریف لائے، تو ممبئی کی بندرگاہ سے آپ سیدھے اجمیر شریف خواجۂ ہند کی بارگاہ ناز میں حاضری دینے گئے، وابستگان واہل عقیدت کا ایک ہجوم سیدی اعلیٰ حضرت کو لیکر سب سے پہلے اپنے شہر، یا اپنے قصبہ، یا اپنے گھر کو ان کے وجود سے مشرف کرنے کی سعادت حاصل کرنے کا اصرار کرتا رہ گیا۔ مگر آپ نے سارے عقیدت مندوں کی عقیدت پر حضرت خواجہ غریب نواز کے ساتھ اپنی عقیدت وشیفتگی کو ترجیح دی۔

چنانچہ وہاں کے خدمت گزار سید حسین علی اجمیری نے لکھا ہے کہ:

یہ حاضری ایسی عقیدت ومحبت کی حامل تھی کہ ہم خدام آستانہ اور تمام مسلمانان اجمیر کے دلوں میں نقش ہو گئی...

(حوالہ: حضور خواجہ غریب نواز، ص ۵۹، ۶۰ مرتب سید حسین علی اجمیری)

چوتھی دلیل:

علاوہ ازیں سیدی اعلیٰ حضرت نے اپنی تحریر وتقریر اور فتاویٰ میں حسب موقع وضرورت بارہا اجمیر مقدس، خواجہ غریب نواز اور آپ کے کشف وکرامات وخدمات کا تذکرہ فرمایا ہے۔ نیز اپنے عقیدت مندوں، مریدوں، رشتہ داروں اور اپنے دامن سے وابستہ رہنے والوں کو ہمیشہ در خواجہ سے وابستہ رہنے کا درس دیا، اور خود بھی تادم حیات اسی پر قائم ودائم رہے، اور آج ہم اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت سے عقیدت رکھنے والا دنیا کے جس گوشہ میں ہو وہ خواجہ غریب نواز سے ضرور وابستہ ہے، اور اس در کی حاضری کو اپنے لئے دنیاوی واخروی سعادت محسوس کرتا ہے۔

پانچویں دلیل:

یہی وجہ ہے کہ آج اعلی حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلسلہ سے منسلک تمام رضوی حضرات اپنے آپ کو سرکار خواجہ غریب نواز اجمیری چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در کا سوالی، بھکاری اور گدا جانتے ہیں، اور یہ سب اعلیٰ حضرت کی تعلیم کا ثمرہ ہے۔

آپ کے بعد آپ کے شہزادگان حجۃ الاسلام مولانا الشاہ، حامد رضا خاں صاحب، اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند ہر سال غریب نواز کے قل کے موقع پر بلاناغہ حاضر ہوتے تھے، آپ ملک کے کسی حصہ میں ہوں مگر ۶ر رجب کو آپ کی حاضری اجمیر شریف میں ضرور بالضرور ہوتی تھی اور بحمدہ تعالیٰ رسول سے فقیر کا بھی یہی معمول ہے۔ آپ کے دل میں غریب نواز کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری تھی، جس کا اندازہ آپ کے نعتیہ دیوان کو دیکھ کر بخوبی ہوتا ہے

ضروری وضاحت گمراہ کن اشتہار

حال میں کاٹھیاواڑ (گجرات) کے ایک شہر سے ایک فرضی اشتہار اردو، ہندی اور گجراتی زبان میں شائع کر کے ملک کے تمام حصوں میں بھیجا جا رہا ہے، تاکہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہو کر سیدی اعلیٰ حضرت کے مخالف ہو جائیں۔

(الف)۔۔۔ اس فرضی اشتہار میں (معاذ اللہ) لا الہ الا اللہ اعلیٰ حضرت ولی اللہ، کلمہ لکھا ہے، جس میں علامہ مناف اشرف رضوی ساکن پور بندر کے بیان کے اقتباس کے نام سے کچھ جعلی اور اختراعی باتیں چھپی ہیں، اور اس میں لکھا گیا ہے کہ اعلیٰ حضرت کا مقام غریب نواز سے اونچا ہے۔ یہ سراسر کذب اور بہتان ہے۔ نہ تو اعلیٰ حضرت کی ایسی کوئی تحریر ہے، اور نہ ہی کبھی اعلیٰ حضرت نے ایسی بات کہی۔ بلکہ اعلیٰ حضرت ہمیشہ غریب نواز کے غلام، عقیدت مند اور آستانۂ غریب نواز کے سوالی کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ نیز متوسلین کو آستانہ غریب نواز کی گدائی و غلامی کی تلقین فرمائی۔

(ب)۔۔۔ سیدی اعلیٰ حضرت کے خلاف لوگوں کو ورغلانے کے لئے حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت علاء الدین صابر کلیری اور حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم جیسے عظیم البرکت ورفیع الشان اولیاء عظام کا ذکر کر کے یہ لکھا گیا ہے کہ (معاذ اللہ) "اگر یہ تمام حضرات سیدی اعلیٰ حضرت کے زمانہ میں ہوتے تو آپ کے حلقہ بگوش مرید اور غلام ہوتے" یہ بات بھی سراسر جھوٹ اور افترا پردازی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے فتاوی کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت ہمیشہ بزرگان دین کے، اور خصوصاً سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے بزرگوں کے فیوض و برکات کے متمنی اور سوالی رہے ہیں۔

(ج)۔۔۔ جس مولانا مناف اشرف رضوی کے بیان کا حوالہ دے کر وہ فرضی اشتہار نکالا گیا ہے، اس کے جھوٹے ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ پور بندر شہر میں مناف اشرف رضوی نام کا کوئی شخص نہیں ہے۔ علاوہ ازیں فرضی اشتہار پر "رضوی کمیٹی دودھ ساگر راجکوٹ" کا نام بحیثیت ناشر درج ہے، جب کہ راجکوٹ شہر میں اس نام کی کوئی کمیٹی بھی نہیں ہے۔

(د)۔۔۔ دودھ ساگر راجکوٹ کے علاقے میں "نور مصطفیٰ سنی مسلم کمیٹی" کے نام سے ایک کمیٹی ہے۔ جس نے مذکورہ فرضی اشتہار کی تردید میں ایک اشتہار شائع کیا ہے۔ جس میں اس کمیٹی نے مندرجہ بالا فرضی اشتہار کی سخت الفاظ میں مذمت کی ہے، اور یہ دعوی کیا ہے کہ راجکوٹ میں "رضوی کمیٹی دودھ ساگر راجکوٹ" نام کی کوئی کمیٹی نہیں ہے۔ اور یہ وضاحت کی ہے کہ یہ فرضی اشتہار کسی بددین کی طرف سے سنی مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنے کے فاسد ارادے سے نکالا گیا ہے۔ نیز "نور مصطفیٰ سنی مسلم کمیٹی، راجکوٹ" نے چیلنج کیا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت کی کسی تحریر و تقریر میں خواجہ غریب نواز اور سادات کرام کی بابت ایسا ثبوت دکھانے والے کو گیارہ ہزار روپیہ بطور انعام دیا جائے گا۔

ضروری ہدایت

میں خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور سلسلہ رضویہ نوریہ سے منسلک تمام حضرات کی جانب سے اس فرضی اشتہار کی سخت مذمت کرتا ہوں، اور تمام سنی مسلمانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ اس قسم کے گمراہ کن اور فتنہ پرور پمفلیٹوں پر قطعاً التفات نہ کریں، اور ایسی نازیبا حرکتوں کا سختی سے استیصال فرمائیں، اور تمام سنی مسلمان آپس میں اتحاد و اتفاق برقرار رکھیں۔ اپنے کو ہمیشہ حضور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے در کا سگ و گدا ہی گردانیں۔

دستخط

فقیر محمد اختر رضا خاں قادری ازہری غفرلہ

بمقام

بریلی شریف

مورخہ ۹ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ

مطابق ۱۸ مئی ۲۰۰۵ء

بروز چہارشنبہ

تذکرہ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

نام و نسب اور والدین:

قطب الاقطاب سید الاتقیاء، نیر آسمان معرفت، معین الملۃ والحق والدین کا اسم گرامی معین الدین ہے، والدین پیار سے آپ کو حسن کہہ کر پکارتے تھے، آپ نجیب الطرفین سید تھے، شجرۂ نسب بارہویں پشت میں سرخیل اصفیاء منبع زہد و اتقاء امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مل جاتا ہے۔ پدری سلسلہ نسب یہ ہے۔ خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن کمال الدین بن احمد حسین بن نجم الدین طاہر بن عبدالعزیز بن ابراہیم بن امام علی رضا بن موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن محمد باقر بن امام علی زین العابدین بن امام حسین بن علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین. (خزینہ ج ۱ ص ۲۵۷)

مادری سلسلہ نسب اس طرح ہے۔

بی بی ام الورع موسوم بی بی ماہ نور بنت سید داؤد بن سید عبداللہ حنبلی بن سید یحیٰ زاہد بن سید محمد روحی بن سید داؤد بن سید موسیٰ ثانی بن سید عبداللہ ثانی بن سید موسیٰ اخوند بن سید عبداللہ بن سید حسن مثنیٰ بن سیدنا امام حسن بن سیدنا علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (مسلک السالکین ج ۲ ص ۱۷۱)

آپ کے پدر بزرگوار خواجہ غیاث الدین حسن علاقۂ کے صاحب ثروت اور با اثر بزرگ تھے، زہد و ورع اور تقویٰ و طہارت میں بھی ممتاز تھے، علم ظاہر و باطن سے آراستہ تھے، سیستان کی بدنظمی اور تباہی نے دل برداشتہ کر دیا اور آپ

نے ترک وطن کر کے خراسان میں اقامت اختیار کی، جہاں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن کی نشو ونما ہوئی۔ والدہ ماجدہ بی بی ماہ نور بلند کردار پاکیزہ باطن خاتون تھیں، عبادت وریاضت آپ کا محبوب شغل تھا۔

ولادت اور مولد:

حضرت خواجہ خواجگان کی ولادت باسعادت ۵۳۷ھ/۱۱۴۲ء میں بمقام قصبہ سنجر علاقہ سجستان (جسے سیستان بھی کہا جاتا ہے) میں ہوئی، ارباب سیر وتاریخ نے آپ کی جائے پیدائش کے بارے میں اختلاف کیا ہے، بعض نے اصفہان، سجستان، سنجار وغیرہ بھی لکھا ہے، لیکن تذکرہ نگاروں کی اکثریت سجستان پر اتفاق کرتی ہے، ہم نے مرأۃ الاسرار کے بیان پر اعتماد کیا ہے۔ جس کی تائید مرأۃ مسعودی، مطلوب الطالبین اور روضۃ الاقطاب سے بھی ہوتی ہے۔

(مرأۃ الاسرار ص ۵۹۳)

آپ کی ولادت دنیا کے لئے رحمت کا سبب ہے، آپ کی آمد نے دنیا کو انوار معرفت سے جگمگا دیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ جب معین الدین میرے شکم میں تھے تو میں اچھے خواب دیکھا کرتی تھی، گھر میں خیر و برکت تھی، دشمن دوست بن گئے تھے۔ ولادت کے وقت سارا مکان انوار الٰہی سے روشن تھا۔

بچپن کے حالات:

عالی نسب خواجہ بزرگ نے متقی و پارسا والدین کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی، اس لئے وہ عام بچوں کی طرح آشنائے لہو ولعب نہ تھے، پیشانی مبارک پر لمعہ نور اور شائستہ اطوار اس امر کی غمازی کرتے تھے کہ آپ ایک غیر

معمولی شخصیت بننے والے ہیں۔ اور آگے چل کر فکر و عمل، صلاح وتقویٰ کا روشن مینار ہوں گے۔ آپ کی پرورش اور تعلیم وتربیت خراسان میں ہوئی، ابتدائی تعلیم والد گرامی کے زیر سایہ ہوئی جو بہت بڑے عالم تھے۔ نو برس کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا، پھر ایک مدرسہ میں داخل ہو کر تفسیر وحدیث اور فقہ کی تعلیم پائی، خدا داد قوت حفظ وضبط اور غیر معمولی فہم وفراست کی وجہ سے بہت قلیل مدت میں کثیر علم حاصل کر لیا۔ گیارہ برس کی عمر تک انتہائی ناز ونعم میں پروان چڑھتے رہے۔ جب عمر شریف ۱۵ رسال کی ہوئی تو والد گرامی کا سایہ شفقت سر سے اٹھ گیا یہ بڑا گہرا زخم تھا، جس سے آپ کے صفحۂ دل پر ناپائیداریٔ حیات کا نقش اول قائم ہوا۔

پدر بزرگوار کے غریق رحمت ہونے کے بعد ترکہ پدری سے ایک باغ اور ایک پن چکی ملی۔ عنفوان شباب میں اسی ترکہ پدری کو اپنے لئے ذریعہ معاش بنایا، خود ہی باغ کی نگہبانی کرتے اور اس کے درختوں کی آبیاری کرتے، اور آسودہ زندگی گزارنے لگے مگر قدرت نے آپ کو انسانوں کی تربیت اور باغ ہستی کو صلاح وتقویٰ نور سے زینت دینے کے لئے پیدا فرمایا تھا۔

مجذوب وقت ابراہیم قندوزی کی نگاہ التفات:

وقت تیزی سے گزرتا رہا، تاتاریوں کی تخت وتاراج کے پرشور ہنگاموں نے عالم اسلام کا سکون غارت کر دیا تھا، جان مال عزت و آبرو کی تباہی کے ہولناک مناظر آئے دن کا معمول بن گئے تھے، حضرت خواجہ غریب نواز خاموشی کے ساتھ ان پر آشوب حالات کا جائزہ لیتے رہے، ان کے صالح ذہن ودماغ پر

دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ ہمیشہ گردش کرتا رہتا تھا، دنیا داروں سے ربط وضبط کے بجائے اہلِ حق فقیروں اور درویشوں کی خدمت اور صلحاء کی صحبت کا زیادہ شوق رکھتے تھے، ایک دن آپ درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ اس بستی کے ایک مجذوب ابراہیم قندوزی جنہوں نے مراحل عرفانی اس قدر طے کر لئے تھے کہ جوش وحدت اور عشق حقیقی نے ان پر جذب اور خود فراموشی کا عالم طاری کر رکھا تھا، اشارہ غیبی سے باغ میں تشریف لائے، جب حضرت خواجہ کی نظر اس صاحب باطن مجذوب پر پڑی ادب واحترام کے ساتھ ان کے پاس گئے اور ایک سایہ دار درخت کے پاس بیٹھا دیا، اور تازہ انگور کا ایک خوشہ سامنے لا کر رکھ دیا، خود دوزانو ہو کر بیٹھ گئے، حضرت مجذوب نے انگور تناول فرمائے اور خوش ہو کر بغل سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکال کر اپنے منہ میں ڈالا، دندان مبارک سے چبا کر حضرت خواجہ کے منہ میں ڈالدیا، اس طرح جویائی حقیقت کو ذوق حقیقت کی لذت سے آشنا کر دیا، کھلی کا حلق سے اترنا تھا کہ قلب وروح میں انوار الٰہی ہویدا ہوئے، شبہات کے پردے نگاہوں سے اٹھنے لگے، دل کی دنیا میں انقلاب برپا ہو گیا، دنیا سے نفرت پیدا ہو گئی، رشتہ ومحبت کے سارے علائق توڑ دیئے، باغ اور پن چکی اور ساز و سامان بیچ ڈالا، ساری قیمت فقراء ومساکین میں تقسیم کر دی، اور طالب حق بن کر بیک بینی ودو گوش میدان جستجو میں اتر پڑے، وطن چھوڑ دیا، اور سیر وسیاحت شروع کر دی۔

علم شریعت کی تحصیل:

سالکان طریقت کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ منزل معرفت تک پہونچنے کے

لیے سب سے پہلے علوم ظاہری کا زینہ طے کرتے ہیں، پھر عمل کی دشوار گزار منزلوں سے آگے بڑھ کر علوم باطن کی تحصیل کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے بھی یہی راہ اختیار کی اور وطن سے نکل کر سمرقند و بخارا کا رخ کیا، جہاں عظیم الشان علمی درسگاہیں قائم تھیں، اور ہزاروں تشنگان علوم وفنون جوق در جوق اقطاع عالم سے کھینچ کھینچ کر آتے، حضرت خواجہ پورے انہماک کے ساتھ طلب علم میں مصروف ہو گئے، تفسیر وحدیث، فقہ وکلام کا درس لیا، اور کامل دستگاہ حاصل کر لی، آپ کے اساتذہ میں مولانا حسام الدین بخاری، مولانا شرف الدین صاحب شرع الاسلام کے نام خاص طور پر لئے جاتے ہیں۔

مرشد کامل کی تلاش:

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد تشنۂ معرفت نے روحانی علوم کی جستجو کا آغاز کیا، جس کے مراکز عراق وحجاز مقدس میں قائم تھے، جہاں صلحاء وصوفیہ کی مقتدر ہستیاں بادۂ وحدت کے متوالوں کو سرشار کر رہی تھیں۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے مطالعہ ومشاہدہ کائنات اور اللہ والوں کی زیارت کرتے ہوئے بغداد، مکہ، مدینہ کی سیاحت و زیارت کا شرف حاصل کیا۔ پھر مرشد کامل کی تلاش میں مشرق کا رخ کیا اور قصبہ ہارون علاقہ نیشاپور میں وارد ہوئے، جہاں ہادی طریق ولایت، واقف رموز ہدایت، مقتدائے مسالک اسلام، مورد فیض ومہبطِ الہام، شہریار ممالک عرفان، مظہر جود ومنبع احسان حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ کے میخانۂ معرفت میں داخل ہوئے۔ خانقاہ عثمانی کی جلوہ بار فضاؤں نے یقین وآگہی کے مقام سے روشناس کر دیا

آپ مرشد کامل کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔

حضرت خواجہ غریب نواز واقعہ بیعت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ایسی صحبت میں جس میں بڑے بڑے معظم ومحترم مشائخ کبار جمع تھے ،میں ادب سے حاضر ہوا،اور روئے نیاز زمین پر رکھدیا حضرت مرشد نے فرمایا دو رکعت نماز ادا کر میں نے فوراً تکمیل کی ،رو بہ قبلہ بیٹھ، میں ادب سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا، پھر ارشاد ہوا سورہ بقرہ پڑھ، میں نے خلوص وعقیدت سے پوری سورت پڑھی، تب فرمایا ساٹھ بار کلمہ سبحان اللہ کہہ، میں نے اس کی بھی تعمیل کی، ان مدارج کے بعد حضرت مرشد قبلہ خود اٹھ کھڑے ہوئے ، میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لیا آسمان کی طرف نظر اٹھا کے دیکھا، اور فرمایا میں نے تجھے خدا تک پہونچا دیا ،ان جملہ امور کے بعد حضرت مرشد قبلہ نے ایک خاص وضع کی ترکی ٹوپی جو کلاہ چارتر کی کہلاتی ہے میرے سر پر رکھی، اپنی خاص چادر مجھے اوڑھائی اور فرمایا بیٹھ، میں فوراً بیٹھ گیا اب ارشاد ہوا ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ، میں اس کو بھی ختم کر چکا، تو فرمایا ہمارے مشائخ کے طبقات میں بس یہی ایک شب و روز کا مجاہدہ ہے لہذا جا اور کامل ایک شب و روز کا مجاہدہ کر، اس حکم کے بموجب میں نے پورا دن اور رات عبادت الٰہی اور نماز و طاعت میں بسر کی، دوسرے دن حاضر ہو کے روئے نیاز زمین پر رکھا تو ارشاد ہوا بیٹھ جا، میں بیٹھ گیا، پھر ارشاد ہوا اوپر دیکھ، میں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو دریافت فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے، عرض کیا عرش معلیٰ تک، تب ارشاد ہوا نیچے دیکھ، میں نے آنکھیں زمین کی طرف پھیری تو پھر وہی سوال کیا کہاں تک دیکھتا ہے، عرض کیا

تحت الثریٰ تک، حکم ہوا پھر ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ اور جب اس حکم کی بھی تعمیل ہو چکی تو ارشاد ہوا کہ آسمان کی طرف دیکھ اور بتا کہاں تک دیکھتا ہے، میں نے دیکھ کر عرض کیا حجاب عظمت تک، اب فرمایا آنکھیں بند کر میں نے بند کر لی، ارشاد فرمایا اب کھول دے ، میں نے کھول دی، تب حضرت نے اپنی دونوں انگلیاں میری نظر کے سامنے اور پوچھا کیا دیکھتا ہے، عرض کیا اٹھارہ ہزار عالم دیکھ رہا ہوں، جب میری زبان سے یہ کلمہ سنا تو ارشاد فرمایا بس تیرا کام پورا ہو گیا، پھر ایک ایک اینٹ کی طرف دیکھ کر فرمایا اسے اٹھا، میں نے اٹھایا تو اس کے نیچے سے کچھ دینار نکلے، فرمایا انہیں لے جا کے درویشوں میں خیرات کر۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ (انیس الارواح ص ۱-۲)

جس مرشد کامل کی نگاہ کیمیا اثر نے آن کی آن میں حجاب عظمت اور تحت الثریٰ کی سیر کرادی اور ہژدہ ہزار عالم کا جلوہ دکھایا، اس کی صحبت وخدمت کو تشنۂ بادہ معرفت نے لازم کر لیا۔

مجاہدہ و سیاحت کے واقعات :

حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے بعد ڈھائی سال تک حضرت خواجہ غریب نواز نے تزکیۂ باطن کے لئے جو سخت مجاہدات کئے، ان کا تذکرہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

> خواجہ بزرگ نے بڑے بڑے مجاہدات کئے آپ سات شبانہ روز بعد افطار کرتے اور پانچ مثقال وزن کی روٹی پانی میں بھگو کر تناول فرماتے، آپ کا لباس دو چادریں تھیں جن میں

پیوند لگے رہتے، پیوند لگانے کے لئے جس قسم کا کپڑا مل جاتا اسے سی لیتے۔ (مرأة الاسرار ص ۹۹۵)

شیخ طریقت سے آپ کو اس درجہ عشق ہو گیا کہ سایہ کی طرح ساتھ ساتھ لگے رہے، جہاں کہیں مرشد طریقت جاتے حضرت خواجہ آپ کا بستر خواب، توشہ اور دوسری ضروری اشیاء سر پر لادے ہوئے ہمراہ چلتے، کامل بیس سال خدمت و طاعت مرشد میں گزارے، طویل سیر و سیاحت کے دوران سیستان، دمشق، اوش، بدخشاں، بغداد، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور دیگر شہروں میں گئے اور وہاں کے صلحاء، صوفیہ اور مشائخ سے روحانی فیوض و برکات حاصل کئے۔ اس سفر کی پہلی منزل سنجان تھی جہاں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ پھر بغداد وارد ہوئے وہاں سے کوہ جودی پر تشریف لے گئے جہاں پیران پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی زیارت سے مستفیض ہوئے، پانچ ماہ سات دن ایک حجرے میں مقیم رہ کر علوم باطنی کی تحصیل فرماتے رہے، وہاں سے غوث پاک کے ہمراہ جیلان اور بغداد کی سیر کی جہاں شیخ ضیاء الدین اور شیخ شہاب الدین سہروردی سے صحبت رہی۔ ہمدان میں محبوب سبحانی خواجہ وحدالدین کرمانی اور خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات رہی، سیر و سیاحت کے دوران کبار اولیاء و صلحاء اور پاک باطن درویشان کامل سے شرف ملاقات حاصل کیا، اور ان کے عجیب و غریب حالات و کوائف سے سبق آموز ہوئے۔ ان میں سے چند رقت انگیز واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

(۱)۔۔۔حضرت خواجہ غریب نواز ارشاد فرماتے ہیں۔

ایک بار میں اور حضرت شیخ اوحدالدین کرمانی کرمان کی سیاحت کر رہے تھے، وہاں ہم نے ایک بوڑھے درویش کو جو حد سے زیادہ بزرگ اور یاد الٰہی میں مستغرق تھا دیکھا، میں نے اسے سلام کیا معلوم ہوا کہ گویا اس کے جسم میں گوشت پوست نہیں، صرف روح ہی روح ہے، وہ بزرگ بہت ہی کم سخن تھے میرے دل میں خیال آیا کہ اس بزرگ سے اس کا ماجرا دریافت کروں کہ آپ اس قدر لاغر و ناتواں کیوں ہو گئے ہیں۔ درویش روشن ضمیر نے میرے ارادۂ سوال کو معلوم کر کے سوال سے قبل ہی فرمایا اے درویش میں ایک دن اپنے دوست کے ساتھ قبرستان سے گزرا، ایک قبر کے پاس ہم تھوڑی دیر رکے، اتفاقاً کسی بات پر مجھے ہنسی آ گئی اور میں قہقہہ مار کر ہنسنے لگا، قبر سے آواز آئی اے غافل جسے قبر جیسا مقام در پیش ہو اور جس کا حریف ملک الموت ہو اور اس کے غمخوار زمین کے نیچے سانپ اور بچھو ہوں اسے ہنسی سے کیا سروکار، آواز سنتے ہی میں نے دوست کا ہاتھ چھوڑا اور الوداع کہہ کر نماز میں مصروف ہو گیا، اس آواز غیبی نے قبر کی جو مصیبت میرے دل نشین کر دی تھی اس کے باعث پگھلنے لگا۔ چالیس سال کی مدت گزر گئی، میں نے شرم و ندامت کی وجہ سے نہ تو آسمان کی طرف دیکھا اور نہ ہی مسکرایا ہوں۔ شرمندہ ہوں کہ قیامت کے دن کیا منہ دکھاؤں گا۔

(۲)۔۔۔حضرت خواجہ غریب نواز نے فرمایا۔ میں سیستان میں مرشد کامل حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ساتھ سفر کر رہا تھا، ایک عبادت خانہ میں ایک درویش شیخ صدرالدین محمد احمد سیستانی کی زیارت ہوئی جو بڑے بزرگ تھے، ہمہ

وقت ذکر وفکر الٰہی میں مصروف رہتے، میں نے اکتساب فیض کے لئے چند دن ان کی خدمت میں قیام کیا، جو بھی آپ کی خدمت میں آتا محروم نہ جاتا، عالم غیب سے کچھ نہ کچھ اسے عطا فرماتے۔اور کہتے اس فقیر کے لئے سلامتی ایمان کی دعا کرو، اگر میں قبر میں ایمان سلامت لے گیا تو میں نے بہت بڑا کام کیا۔

وہ بزرگ جب قبر کے احوال سنتے تو بید کی طرح کانپنے لگتے اور ان کی آنکھوں سے لہو جاری ہو جاتا، ایسا محسوس ہوتا کہ پانی کا چشمہ ابل رہا ہے، وہ سات سات دن تک گریہ مسلسل میں رہتے، ان کا رونا دیکھ کر ہم پر بھی رقت طاری ہو جاتی، رونے سے فارغ ہوتے تو بیٹھ کر ہم سے مخاطب ہو کر کہتے اے عزیز و جسے موت آنی ہے، اور جس کا حریف ملک الموت ہے اور قیامت جیسا دن اسے درپیش ہے، اس کو کھانے پینے سونے ہنسنے اور مذاق تمسخر سے کیا واسطہ، اسے دوسرے کاموں میں مشغول ہونا کیسے بھاتا ہے۔

پھر فرمایا: اے عزیز اگر تم کو خفتگان زیر خاک (مردوں) کا حال جو سانپوں کے گھیرے میں ہیں اور قبر ان کا زنداں ہے، ذرہ برابر معلوم ہو جائے تو تم نمک کی طرح پگھل کر نمک ہو جاؤ۔

پھر فرمایا۔ایک بار میں بزرگ کے ساتھ بصرہ کے ایک قبرستان میں بیٹھا ہوا تھا، پاس ہی قبر میں ایک مردہ پر عذاب ہو رہا تھا، اس بزرگ نے جب یہ حال معلوم کیا تو زور سے نعرہ مار کر زمین پر گر پڑے، میں نے ان کو اٹھانا چاہا تو ان کی روح قالب سے پرواز کر گئی اور کچھ ہی دیر میں ان کا جسم پانی ہو کر بہہ گیا، اسی روز سے مجھ پر بھی قبر کی بڑی ہیبت طاری ہے، اس لئے اے دوست دنیا سے

دل نہ لگانا کہ کہیں حق سے غافل ہو جاؤ، کیونکہ لوگ جس قدر خلقت میں مشغول ہوتے ہیں اسی قدر خالق سے دور ہو جاتے ہیں، پس جا کر زاد آخرت کی تیاری کرو کیونکہ ہم سب کو ایک دن پیش آنے والا ہے، ممکن ہے کہ ہم ایمان سلامت لے جائیں، یہ کہہ کر دو کھجوریں جوان کے پاس تھیں مجھے دیں، اور خود اٹھ کر رونے میں مشغول ہو گئے اور پھر عالم تحیر میں محو ہو گئے۔(دلیل العارفین ص۱۶۔۱۴)

(۳)۔۔۔حضرت خواجہ خواجگان معین الدین چشتی فرماتے ہیں۔

جب وہ بدخشاں پہونچے وہاں ایک بزرگ کو دیکھا جن کی عمر سو سال تھی ان کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا، جب ان سے پاؤں کٹنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا ایک مرتبہ میں نے اپنی خواہش نفس سے ایک قدم صومعہ سے باہر نکالا ہی تھا کہ غیب سے ندا آئی، اے مدعی کیا یہی عہد تھا جسے تو نے فراموش کر دیا، یہ سنتے ہی میں نے اپنا وہ پاؤں کاٹ کر پھینک دیا۔اس واقعہ کو چالیس سال گزر چکے ہیں اور میں عالم حیرت میں ہوں، میں نہیں جانتا کل قیامت میں درویشوں کو یہ منہ کس طرح دکھاؤں گا۔(انیس الارواح ص۳)

(۴)۔۔۔حضرت خواجہ غریب نواز اپنے سفر سیستان کا ایک واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ایک واقعہ میں نے سیستان میں غار کے اندر ایک درویش کو دیکھا جسے شیخ سیستان کہا کرتے تھے، لیکن وہ پیر مرد اس قدر بزرگی اور ہیبت رکھتا تھا کہ میں نے آج تک کسی کو ایسا پر ہیبت شخص نہیں دیکھا، وہ عالم تحیر میں مشغول تھا جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سر جھکا لیا، اس بزرگ نے فرمایا سر اٹھاؤ، میں نے سر اوپر کیا، تو فرمایا اے درویش آج تقریباً ستر سال کا عرصہ گزر چکا

ہے، میں اللہ کے ذکر کے سوا کسی اور شئی میں مشغول نہیں ہوا، لیکن تیرے ساتھ
جو میں مشغول ہوتا ہوں یہ حکم الٰہی ہے، سن اگر تو محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کے
سوا کسی اور چیز میں مشغول نہ ہونا، اور کسی سے میل جول نہ کرنا تا کہ تو جلایا نہ
جائے کیونکہ غیرت کی آگ عاشقوں کے ارد گرد رہتی ہے، جب عاشق نے
معشوق کے سوا کسی چیز کا خیال کیا اسی دم غیرت کی آگ نے اسے جلایا، لیکن
تجھے یاد رہے کہ محبت کی راہ میں جو درخت ہے اس کی دو شاخیں ہیں، ایک کو نرگس
وصال کہتے ہیں اور دوسرے کو نرگس فراق، بس جو شخص سب سے فارغ ہو کر
دوست میں مشغول ہو تو وہ دوست کے وصال کی دولت سے مشرف ہوتا ہے، اور
جو اس کے سوا کسی اور چیز کی رغبت رکھتا ہے وہ فراق میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس کے
بعد فرمایا جا تو نے ہمیں کام سے روکا اتنا کہہ کر وہ یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

(انیس الارواح ص ۱۳)

حرمین شریفین کے ایک سفر ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی
نے کعبۃ اللہ میں میزاب رحمت کے نیچے اپنے چہیتے مرید حضرت خواجہ اجمیری
کے لئے دعا کی، اور ان کا ہاتھ پکڑ کر سپرد بخدا کیا، غیب سے آواز آئی ہم نے
معین الدین کو قبول کیا۔ شیخ یہ آواز سن کر بہت مسرور ہوئے اور بارگاہ الٰہی میں شکر
ادا کیا، حج سے فراغت کے بعد روضۂ اقدس کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ
پہونچے تو خواجہ بزرگ نے دربار رسالت میں سلام نیاز پیش کیا، جواب ملا و
علیک السلام اے سمندر اور جنگلوں کے قطب المشائخ، جب یہ آواز آئی تو خواجہ
صاحب نے فرمایا کام مکمل ہو گیا۔

خرقۂ خلافت وجانشینی:

جب روحانیت کے استاذ کامل نے اپنے مرید خاص کو حقیقت و معرفت
کا ایک ایک ورق پڑھا دیا۔ تلاش حق کے تمام مراحل طے کرا دیئے، اور اپنی
خاص باطنی توجہ سے درجہ قطبیت پر فائز کرا دیا تو بقول شیخ:

”معین الدین محبوب خدا ہے، اور مجھے اس کی مریدی پر ناز ہے“

تو مرشد کامل نے بغداد میں آپ کو خرقۂ خلافت اور جانشین سے سرفراز فرمایا، اور وہ
تبرکات مصطفوی جو خانوادہ چشت میں سلسلہ بسلسلہ چلے آرہے تھے حضرت
خواجہ کو مرحمت فرمائے، حضرت غریب نواز فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی نے فرمایا۔ اے معین الدین میں نے یہ سب
کام تیری تکمیل کے لئے کیا ہے، تجھ کو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ فرزند خلف وہی
ہے جو اپنے ہوش گوش میں اپنے پیر کے ارشادات کو جگہ دے، اپنے شجرے میں
ان کو لکھے اور انجام کو پہونچائے تا کہ کل قیامت کے دن شرمندگی نہ ہو، اس
ارشاد کے بعد عصائے مبارک جو مرشد کے سامنے رکھا تھا عطا فرمایا، بعد ازاں
خرقہ، نعلین چوبیں (کھڑاؤں) اور مصلیٰ بھی عنایت فرما کر سرفراز کیا، پھر ارشاد
فرمایا یہ تبرکات ہمارے پیر طریقت قدس اللہ سرہ کی یادگار ہیں جو رسول خدا صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہم تک پہونچے ہیں، اور ہم نے تجھے دیئے ہیں۔ ان کو
اس طرح اپنے پاس رکھنا جس طرح ہم نے رکھا۔ جس کو مرد پانا اسی کو ہماری یہ
یادگار دینا۔ خلق سے طمع نہ رکھنا۔ آبادی سے دور مخلوق سے کنارہ کش رہنا۔ اور کسی
سے کچھ طلب نہ کرنا۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد پیر و مرشد نے مجھے اپنے سینے سے

لگایا، سر اور آنکھ کو بوسہ دیا، اور فرمایا تجھ کو خدا کے سپرد کیا، پھر عالم تحیر میں مشغول ہو گئے تفویض خلافت وتبرکات کا یہ واقعہ ۵۸۲ھ میں بمقام بغداد پیش آیا۔

(انیس الارواح ص ۳۴۔۳۵)

سیر و سیاحت:

جب خواجہ غریب نواز شیخ طریقت سے رخصت ہوئے تو پھر مشاہدہ و مطالعہ عالم اور اہل اللہ کی زیارت کی غرض سے سفر کا آغاز کیا، دوران سفر جہاں بھی جاتے شیخ کی ہدایت کے مطابق خود کو عام لوگوں سے علیحدہ رکھتے، علماء و صلحاء کی زیارت ان سے کمال باطنی کے کسب اور ذکر و فکر کے علاوہ کسی چیز سے سروکار نہ رکھتے۔ حضرت خواجہ کی یہ سیاحت راہ سلوک کی کٹھن منزلیں طے کرنے کی غرض سے ہوئی، اس لئے وہ انہیں مقامات پر پہونچے جہاں بحر معرفت کے غواص اور ذکر و فکر کے رمز شناس موجود تھے۔ چنانچہ سنجان میں شیخ نجم الدین کبریٰ (متوفی ۶۱۸ھ) جیلان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی، بغداد میں شیخ ضیاء الدین کی زیارت اور باطنی فیوض سے بہرہ مند ہوئے۔

بغداد کے دوران قیام شیخ اوحدالدین کرمانی جو ابھی عرفان کے اولین مرحلہ میں تھے معتقد ہو گئے، اور حلقہ ارادت میں داخل ہو کر خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ شہاب الدین سہروردی نے بھی آپ کی خدمت عالی سے کسب فیض کیا۔

بغداد کے زمانہ قیام میں ایک دن آپ دریائے دجلہ کے کنارے ایک خانقاہ میں گئے جہاں ایک بزرگ قیام فرماتے تھے، حضرت خواجہ نے سلام پیش کیا تو

انہوں نے اشارہ سے جواب دیتے ہوئے بیٹھنے کا حکم دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا پچاس برس کا عرصہ گزر چکا ہے کہ میں خلق خدا سے الگ ہو کر یہاں بیٹھا ہوں، جیسے تم سفر کرتے پھرتے ہو میں بھی اسی طرح سفر کرتا تھا، اثنائے سفر میرا گزر ایک شہر میں ہوا۔ وہاں ایک مالدار شخص کو دیکھا کہ بازار میں کھڑا ہو کر لوگوں سے بھاؤ تاؤ کر رہا ہے اور نہایت سختی سے پیش آتا ہے اور گاہکوں کو ستاتا ہے۔ میں خاموشی کے ساتھ وہاں سے گزر گیا اور اس مالدار ظالم کو کچھ نہ کہا، میرے کان میں آواز آئی کہ اگر تو خدا کے لئے اس شخص کو مردار دنیا سے باندرکھتا اور تنبیہ کر دیتا کہ ایسا کام نہ کرو تو شاید وہ تیرا کہا مان جاتا اور ظلم سے باز آتا، جس دن سے میں نے یہ آواز سنی بہت شرمندہ ہوں اور اس خانقاہ میں مقیم ہوں، اور اس سے باہر قدم نہیں نکالا، مجھ کو اس بات کا بڑا خوف ہے کہ قیامت کے روز جب اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا جائے گا تو کیا جواب دوں گا، میں نے اسی دن سے قسم کھائی ہے کہ کہیں نہ جاؤں گا تاکہ میری نظر کسی چیز پر نہ پڑے اور میں شہادت میں پکڑا نہ جاؤں۔ (دلیل العارفین، مجلس چہارم ص ۱۸)

بغداد سے ہمدان آئے جہاں عابد زمانہ شیخ وقت خواجہ یوسف ہمدانی سے ملاقات کی، وہاں سے تبریز آ کر شیخ ابوسعید تبریزی کی خدمت میں حاضر ہو کر کسب فیض کیا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء ارشاد فرماتے ہیں۔

شیخ ابوسعید تبریزی بہت بڑے بزرگ تھے، ان کے ہزار ہا مرید تھے مگر ستر مرید اس درجہ اور کمال کے تھے کہ ان میں سے ہر ایک کو ولایت کا رتبہ حاصل تھا، ان سب نے مراتب عرفان طے کئے تھے اور رمز شناس حقیقت تھے،

انہیں میں شیخ جلال الدین تبریزی بھی ہیں جو تمام صاحبان معرفت میں مشہور و معروف ہیں۔(انواراولیاءص ۲۵۴)

ورود اصفہان:

جب آپ اصفہان پہونچے تو شیخ محمود اصفہانی سے ملاقات فرمائی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ان دنوں اصفہان میں موجود تھے، اور شیخ محمود کے حلقہ ارادت میں شامل ہونا چاہتے تھے مگر جب ان کی نگاہ حضرت خواجہ غریب نواز پر پڑی دل وجان سے گرویدہ ہوگئے، اور مریدوں کے حلقہ میں داخل ہو گئے، حضرت نے اپنی دوتائی انہیں عطا کردی۔ مراحل عرفان طے کرنے کے لئے قطب صاحب نے خواجہ صاحب کی رفاقت سفر کولازم قرار دیا۔

حضرت غریب نواز، قطب صاحب کے ہمراہ حج وزیارت کے لئے روانہ ہوئے، اثنائے سفر ایک شہر میں پہونچے جہاں ایک بزرگ کو دیکھا، جو اپنی کٹیا میں معتکف تھا، اور نماز کے اندر کھڑا ہوکر دونوں آنکھیں آسمان کی طرف لگائے ہوئے ہے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کوئی سوکھی لکڑی کھڑی ہے، حضرت قطب صاحب کہتے ہیں۔

یہ منظر دیکھ کر شیخ معین الدین سنجری نے میری جانب دیکھا اور کہا، اگر تم کہو تو کچھ دنوں یہاں قیام کرلیں، میں نے عرض کی بسر وچشم ہم لوگ ایک ماہ تک وہیں رہے، اس عرصہ میں وہ بزرگ ایک دن عالم حیرت سے عالم صحو (ہوش) میں آیا، ہم نے سلام کیا، اس نے جواب میں کہا۔ اے عزیز وتم نے تکلیف اٹھائی، خدا تم کو اس کا اجر دے گا، اس لئے کہ بزرگوں کا قول ہے جو شخص

درویشوں کی خدمت کرتا ہے وہ ضرور کسی مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے۔ اس نے ہمیں بیٹھنے کا حکم دیا، اور یہ حکایت بیان کی کہ میں شیخ محمد اسلم طوسی کے فرزندوں میں سے ہوں، اور تقریباً تیس سال سے عالم تحیر میں مستغرق ہوں، مجھے شب وروز کی خبر نہیں۔ آج اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے مجھے ہوش میں لایا۔ اے عزیزو تم واپس جاؤ، اللہ تم کو اس تکلیف کا اجر دے گا۔ لیکن فقیر کی ایک بات یاد رکھنا کہ جب تم نے راہِ طریقت میں قدم رکھا ہے، تو دنیا اور نفسانی خواہش کی طرف مائل نہ ہونا، اور خلقت سے دور رہنا، تم کو جو نذرو نیاز ملے اسے اپنے پاس جمع نہ کرنا، اگر ایسا کروگے تو خطا کروگے۔ (فوائد السالکین ص ۱۸۔۱۹)

سفر مکہ مکرمہ:

۵۸۳ھ/۱۱۸۷ء میں حضرت غریب نواز مکہ معظمہ پہونچے اور کعبہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے، وہاں آپ طواف کعبہ اور عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے، ایک دن کا واقعہ ہے حرم کعبہ کے اندر یاد الٰہی میں مشغول تھے، آپ نے غیب سے ایک آواز سنی، آواز کی طرف متوجہ ہوئے تو آواز یہ تھی۔

”اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں، تجھے بخشدیا، جو کچھ چاہے مانگ تا کہ عطا کروں“ خواجہ صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے، شکر گزار بندوں کی طرح سر نیاز زمین پر رکھ دیا اور بارگاہ ایزدی میں بصد عجز و نیاز عرض کیا۔ ”خداوندا معین الدین کے مریدان سلسلہ کو بخش دے“۔ آواز آئی کہ ”اے معین الدین تو ہماری ملک ہے جو تیرے مرید اور تیرے سلسلہ میں تاقیامت مرید ہوں

گے، انہیں بخش دوں گا''۔ کچھ روز مکہ میں قیام پزیر رہے، حج کا فریضہ انجام دیا پھر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوئے۔

مدینہ میں بشارت:

مدینہ منورہ میں آپ عبادات میں مشغول رہتے۔ اپنے قیمتی اوقات ذکر وفکر میں گزارتے بالآخر وہ لمحہ جاں نواز آگیا جب بارگاہ رسالت سے یہ مژدہ دلنواز ملا۔

''اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے، میں نے تجھے ہندوستان کی ولایت عطا کی، وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے، تو اجمیر جا، تیرے وجود سے ظلمت کفر دور ہوگی اور اسلام رونق پزیر ہوگا''۔ (سیر الاقطاب ص ۱۲۴)

اس بشارت عظمیٰ سے حضرت غریب نواز پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی، مسرت وشادمانی کی انتہا نہ رہی، بارگاہ نبوت کی مقبولیت بندگی اور سلوک معرفت کی سخت منزلوں کا تحفہ تھا۔ لیکن وہ کچھ حیران ومتردد بھی ہوئے کہ شہر اجمیر کہاں ہے، سمت سفر کیا ہوگی۔ مدینہ سے اجمیر کی مسافت کتنی ہے، راستہ کے پیچ وخم کیا ہیں؟ اسی فکر میں نیند آگئی اور خواب میں تاجدار کونین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف عظیم حاصل ہوا، اور حضور اقدس نے آپ کو ایک ہی نظر میں شرق سے غرب تک سارے عالم کو دکھا دیا، تمام بلاد وامصار آپ کی نگاہوں کے سامنے تھے، اجمیر کا قلعہ اور پہاڑیاں سب نظر آگئیں، سرکار نے ایک انار عطا کر کے ارشاد فرمایا ''ہم تجھ کو خدا کے سپرد کرتے ہیں''۔ جب بیدار ہوئے تو فرمان رسالت کے بموجب چالیس اولیاء کے ساتھ ہندوستان کی طرف متوجہ ہوئے۔ (مونس الارواح ص ۳۰)

سفر ہند کے لئے روانگی

سفر بغداد:

مدینہ منورہ سے حضرت غریب نواز بغداد تشریف لائے جہاں وقت کے مشائخ سے صحبتیں رہیں۔ بغداد کے دوران قیام ایک دن خواجہ غریب نواز شیخ اوحد الدین، شیخ شہاب الدین سہروردی اور قطب الدین بختیار کا کی ایک مجلس خیر میں تھے، انبیاء کرام کا ذکر ہو رہا تھا کہ سامنے سے شمس الدین التمش جس کی عمر اس وقت بارہ سال تھی، ہاتھ میں ایک پیالہ لئے جا رہا تھا۔ جب بزرگوں کی نگاہ اس پر پڑی تو حضرت غریب نواز نے فرمایا۔ یہ لڑکا جب تک دہلی کا بادشاہ نہ ہوگا خدا اسے دنیا سے نہ اٹھائے گا۔ (فوائد السالکین ص ۱۵)

سفر بخارا:

۵۸۶ھ/۱۱۹۰ء میں بقصد اجمیر بغداد سے عازم سفر ہوئے، دوران سفر چشت، خرقان، جمنہ، کرمان، استر آباد ہوتے ہوئے جب بخارا پہونچے تو ایک مرد کامل سے ملاقات ہوئی جو یاد الٰہی میں مصروف تھا، وہ ظاہری بینائی سے محروم ہو چکا تھا، حضرت خواجہ نے اس بزرگ سے نابینائی کا سبب دریافت کیا تو فرمایا۔ جب میں راہ سلوک میں منزل کمال تک پہونچ گیا، وحدانیت جلال وعظمت پر نگاہ پڑنی شروع ہوئی تو ایک دن میری نگاہ ایک غیر پر جا پڑی، غیب سے آواز آئی اے مدعی تو ہماری محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور غیر کی جانب دیکھتا ہے، میں نے جب یہ آواز سنی تو حد درجہ شرمندہ ہوا، بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ جو آنکھ دوست کے

سوا کسی غیر کو دیکھے وہ اندھی ہو جائے، ابھی پورا جملہ ادا نہ کر سکا تھا کہ دونوں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی۔ (دلیل العارفین ص ۵۰)

سفر سبزہ وار:

بخارا سے تبریز، اصفہان، ہرات ہوتے ہوئے سبزہ وار پہونچے جہاں کا حاکم یادگار محمد تھا، جو متعصب شیعہ تھا، وہ اتنا متشدد تھا کہ اس کے علاقہ میں جو شخص اپنے بیٹوں کا نام ابوبکر، عمر، عثمان رکھتا اسے وہ قتل کر دیتا، شہر سے باہر اس کا ایک پر فضا باغ تھا، حضرت خواجہ اسی باغ میں وارد ہوئے، حوض کے کنارے یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے، یادگار محمد جو ترش مزاجی اور بد خلقی میں مشہور تھا جب بغرض تفریح باغ میں آیا تو باغ میں ایک اجنبی درویش کو دیکھ کر چیں بہ جبیں ہوا، اور تکلیف دینے کا ارادہ کیا، حضرت خواجہ کی نگاہ اس پر پڑی، پاؤں میں لغزش ہوئی، بے ہوش ہو کر گر پڑا، حضرت خواجہ نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا ہوش آیا تو دل کی دنیا بدل چکی تھی، عقیدہ کا فساد رخصت ہو چکا تھا، دل و دماغ شقاوت و ظلم کی تاریکی سے نکل کر صلاح و تقویٰ کی فضا میں پہونچ چکے تھے، چنانچہ وہ اپنے اعیان و امراء کے ساتھ بد عقیدگی سے تائب ہو کر حضرت خواجہ کا مرید ہو گیا۔ اور اپنی ساری دولت اور خزانہ حضرت خواجہ کے قدموں میں ڈال دیا، حضرت خواجہ نے قبول نہ کیا اور فرمایا جو مال ظلم و تعدی سے حاصل کیا گیا ہے وہ اس کے اصل مالکوں کے حوالہ کر دیا جائے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اپنے لونڈی غلام آزاد کر دیئے، چند ایام حضرت کی خدمت میں رہ کر علوم ظاہر و باطن کی تکمیل کر لی، حضرت خواجہ نے اسے اپنا خرقہ خلافت عطا فرمایا، اب وہ سبزہ دار کی ظاہری و

باطنی سلطنت کا امیر بن چکا تھا۔ (خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۲۵۸ ر مونس الارواح ص ۲۸)

سفر بلخ:

سبزہ دار سے حضرت خواجہ بلخ پہونچے جہاں کچھ دنوں شیخ احمد خضرویہ کے ہاں قیام فرمایا۔ بلخ میں ان دنوں ایک بہت بڑا نامی گرامی حکیم اور فلسفی شخص رہتا تھا جسے مولانا ضیاء الدین حکیم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اسے تمام علوم ظاہری بالخصوص فلسفہ و حکمت میں بڑا تبحر حاصل تھا، وہ تصوف اور اہل تصوف سے کافی متنفر تھا، وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ تصوف محض ایک ہذیان ہے اور صوفیہ عقل و تمیز سے بے بہرہ ہوتے ہیں، بلخ کے مضافات میں اس کا ایک پر فضا باغ تھا جس میں اس کا ایک مدرسہ تھا جہاں وہ اپنے شاگردوں کو فلسفہ و حکمت کا سبق پڑھایا کرتا تھا۔

حضرت خواجہ غریب نواز کا معمول تھا کہ تیر و کمان، چقماق اور نمک دان ہمیشہ اپنے پاس رکھتے تا کہ شدید اشتہا کے وقت جنگل میں کسی جانور کا شکار کر کے اسے بھون کر تناول فرمالیں، ایک روز حضرت خواجہ کا گزر اس علاقہ سے ہوا جہاں حکیم ضیاء الدین کا باغ اور اس کی درسگاہ حکمت تھی، آپ نے کلنگ کا شکار کیا، خادم کو حکم دیا کہ اسے بھون کر تیار کرے اور خود نماز پڑھنے لگے، اسی اثناء میں منکر حقیقت ضیاء الدین آنکلا، دیکھا کہ ایک درویش مصروف نماز ہے اور اس کا خادم کلنگ بھون رہا ہے، جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے خادم نے بھنا ہوا پرندہ پیش کیا، حکیم ضیاء الدین بھی پاس ہی بیٹھ گیا، حضرت نے بسم اللہ پڑھ کر ایک ران ضیاء الدین کو عطا کر دی اور دوسری ران خود تناول فرمانے لگے، ضیاء

الدین گوشت کھاتے ہی بے ہوش ہو گیا، جب ہوش میں آیا تو دل کی دنیا بدل چکی تھی، فلسفہ وحکمت کے اسرار و رموز کا رنگ صاف ہو چکا تھا۔ اہل حال درویش اور صاف باطن صوفیہ سے انکار وتنفر کے جذبات محو ہو چکے تھے، قلب و روح کی گہرائی سے حضرت خواجہ کا معتقد بن چکا تھا۔ حضرت خواجہ کا مرید ہوا، مکان پہونچ کر حکمت کی تمام کتابیں دریا میں ڈال دیں، علوم باطن کے شغف نے اسے مرد کامل بنا دیا اور اسرار الٰہی اس پر منکشف ہو گئے، سارے دنیاوی علائق سے علاحدگی اختیار کر لی اور شب و روز ذکر وفکر کو اپنا شیوہ بنا لیا۔ یہ انقلاب حضرت خواجہ کی نگاہ التفات کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

(خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۲۵۹۔ مونس الارواح ص ۲۹)

حکیم ضیاء الدین اور اس کے فلسفہ زدہ شاگردوں کا حضرت خواجہ غریب نواز کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہو جانا بڑا غیر معمولی واقعہ تھا، جس نے پورے بلخ اور اطراف وجوانب میں آپ کی عظمت کی دھوم مچادی، جس نے سنا قدمبوسی کے لئے حاضر بارگاہ ہوا، جوق در جوق لوگوں کی آمد کا سلسلہ قائم ہو گیا۔

فلسفیانہ عقل پرستی سے تائب ہو کر حکیم ضیاء الدین نے عبادت و ریاضت کو اپنا معمول بنا لیا، مرشد کامل نے مدارج سلوک طے کرائے اور رموز ظاہری وباطنی کی تعلیم دی، خرقہ درویشی پہنا کر اپنا جانشین بنا دیا، اس علاقہ میں ہدایت خلق پر مامور فرمایا اور وہاں سے عازم سفر ہوئے۔

سفر سمرقند:

بلخ سے روانہ ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز سمرقند پہونچے جہاں خواجہ ابو

اللیث سمرقندی کے مکان کے قریب ایک مسجد تعمیر ہو رہی تھی، ایک شخص کو سمت قبلہ پر اعتراض تھا وہ لوگوں سے بحث وتکرار میں مصروف تھا، کسی طرح قائل نہ ہوتا تھا، حضرت خواجہ نے بھی سمجھایا مگر نہ مانا تو آپ نے اس کا منہ کعبہ کی طرف کر کے کہا سامنے دیکھ کیا نظر آرہا ہے، اس نے کہا خانہ کعبہ نظر آرہا ہے، حضرت خواجہ کی ادنیٰ توجہ سے سمرقند سے مکہ تک کے تمام حجابات اٹھ گئے اور ایک بیدار بخت نے کعبہ شریف کی زیارت کر لی۔

حضرت خواجہ سفر کرتے ہوئے غزنین پہونچے، اس عروس البلاد کی شوکت وعظمت اور رونق و زیبائی کا خاتمہ ہو چکا تھا، غزنوی سلاطین کی بساط اقتدار تو اٹھ چکی تھی مگر اس علاقہ میں شمس العارفین شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی فرمانروائی قائم تھی، شمس العارفین غزنی کے باکمال صاحب باطن مشائخ میں تھے جو حقیقت شناس ولی کامل شیخ نظام الدین ابوالموید کے مرشد تھے۔ حضرت خواجہ نے آپ سے ملاقات کی، کچھ دنوں روحانی صحبت گرم رہی پھر آپ اپنے روحانی قافلہ کے ساتھ لاہور پہونچے۔

سفر لاہور:

لاہور میں حضرت ابوالحسن علی بن عثمان داتا گنج بخش ہجویری علیہ الرحمہ کا مزار پر انوار ہے، آپ نے اپنے مرشد کے حکم پر لاہور میں رشد وہدایت کی بساط بچھائی اور اس خطہ کو علم وعرفان کا مرکز بنا دیا۔ حضرت خواجہ غریب نواز نے شیخ ہجویری کے مزار مقدس پر حاضری دی، اعتکاف کیا اور روحانی فیوض سے مالا مال ہوئے، جب لاہور سے روانہ ہونے لگے تو مزار مبارک پر یہ شعر پڑھا۔

گنج بخش فیض عالم، مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت داتا گنج بخش ہجویری کے جس حجرے میں چلہ کیا تھا آج تک زیارت گاہ خلائق ہے۔ اس جگہ پر راقم السطور نے حاضری دے کر نمازیں پڑھیں ہیں اللہ قبول فرمائے آمین۔

سفر شمانا:

لاہور سے حضرت خواجہ سامانا پہونچے (جو پٹیالہ کے قریب ہے) جہاں پہلے ہی سے دہلی اجمیر کے راجہ پرتھوی راج چوہان کے کارندے حضرت خواجہ کی شبیہ لئے کھڑے تھے تاکہ آپ کو حیلہ سے گرفتار کریں۔ کہا جاتا ہے کہ پرتھوی راج کی ماں بہت بڑی جوتشی تھی، جس نے حضرت خواجہ کی آمد سے بارہ سال پہلے اپنے بیٹے کو آگاہ کیا تھا کہ ایک مرد کامل آئے گا جس کی بدولت تیری دولت و سلطنت زوال پزیر ہوگی۔

بعض تذکرہ نویسوں کا بیان ہے کہ رانی کے محل پر ایک مرغ آکر بیٹھا اور اس نے بانگ دی، رانی جانوروں کی بولی سمجھتی تھی، اس نے اس مرغ کو ہلاک کرنا چاہا مگر وہ ہاتھ نہ آیا، اس وقت اس نے کہا تھا۔ اب اس سرزمین پر اسلام کا دور دورہ ہوگا اور تمہارا راج پاٹ ختم ہو جائے گا، اور حضرت خواجہ کا حولیہ شریف لکھ کر اپنے فرزند پرتھوی راج کو دیا، اس پیش گوئی نے پرتھوی راج کو حد درجہ فکرمند کر دیا اور اس شخص کی تلاش کے لئے شمال مغربی سرحد پر کارندے مقرر کر دیئے تاکہ وہ حضرت خواجہ کو حدود سلطنت میں داخل ہوتے ہی اسیر کرلیں

اس طرح زوال حکومت کا خطرہ ٹل جائے۔

چنانچہ حضرت خواجہ جب سامانا پہونچے تو راجہ کے آدمیوں نے پہچان لیا اور فریب دیکر گرفتار کرنا چاہا، حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ آپ بزرگ شخص معلوم ہوتے ہیں، اس اجنبی شہر میں ہم نے آپ کے قیام کے لئے ایک معقول جگہ کا انتظام کیا ہے، حضرت خواجہ نے مراقبہ کیا، دربار رسالت سے ہدایت ہوئی "اے معین الدین اس گروہ کا اعتبار نہ کرنا"۔ حضرت خواجہ نے کافروں کی پیشکش ٹھکرا دی اس طرح وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوگئے۔

ورود دھلی:

حضرت نے دہلی کا رخ کیا، دہلی پہونچ کر آپ نے راج محل کے سامنے قیام فرمایا۔ قریب ہی بڑا بت خانہ تھا، ایک مسلمان درویش کی اقامت عام لوگوں کو ناگوار ہوئی مگر آپ کے روحانی رعب وجلال کی وجہ سے کسی بے دین کو اذیت پہونچانے کی جرأت نہ ہوئی۔ شہر کے معززین اور مندر کے پجاریوں کا ایک وفد حاکم دہلی کھانڈے راؤ کے پاس آیا۔ لوگوں نے کہا کہ ان مسلمان درویشوں سے دیوتا ناراض ہو رہے ہیں، اگر ان کو اولین فرصت میں شہر بدر نہ کیا گیا تو دیوتاؤں کا قہر سلطنت کو تباہ کر دے گا۔ تو ہم پرست کھانڈے راؤ نے احمقوں کی بات مان لی، چند کارندوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت خواجہ کو دہلی سے نکالدیں، جب راؤ کے آدمی حضرت کے پاس آئے، گفتگو ہوئی، یہ کارندے حضرت کے اخلاق اور سادہ و موثر نصیحتوں سے اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، اس کا یہ اثر ہوا کہ بہت سے راجپوت مسلمان ہوگئے اور

آپ کی بزرگی وکرامت کا چرچا سن کر لوگ جوق در جوق آنے لگے اور اسلام کا نور پھیلنے لگا، اور مسلمانوں کا ایک وسیع حلقہ بن گیا، حضرت خواجہ کی منزل مقصود اجمیر تھی، اس لئے اپنے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کو دہلی میں خلق خدا کی ہدایت کے لئے چھوڑ کر عازم اجمیر ہوئے۔

اجمیر پرتھوی راج کا پایہ تخت تھا، دہلی اور دوسرے علاقے اس کے ماتحت تھے، اس لحاظ سے اجمیر ان دنوں ایک عظیم و مستحکم مرکز بن گیا تھا، حضرت خواجہ اس علاقہ کو کفر وشرک سے خالی کر کے ایمان واسلام کی روحانی مرکزی جگہ کا پایہ تخت بنانا چاہتے تھے۔

ورود غریب نواز کے وقت ہندوستان کی حالت

سلطان محمود غزنوی کے متواتر حملوں نے اسلام کی عسکری قوت کا رعب قائم کر دیا تھا، اور راجپوت سلطنتیں زوال پزیر ہونے لگی تھیں مگر محمود غزنوی کے جانشین صرف پنجاب تک محدود ہو کر رہ گئے، اور اپنے مورث اعلیٰ کی مہم کو مکمل نہ کر سکے، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہندوستان کے متعدد راجاؤں نے اپنی ریاستوں کی تنظیم کر لی اور کھوئی ہوئی طاقت دوبارہ حاصل کر لی، وہ اسلام اور مسلمان کو تحقیر کی نگاہ سے دیکھنے لگے، شہاب الدین غوری کی ناکام مہموں نے راجپوتوں کے حوصلے بلند کر دیئے تھے، سیاسی استحکام نے ہندوؤں کے تشدد کو بھی عام کر دیا تھا، شرق سے لے کر غرب تک کفر وشرک کا دور دورہ تھا، توحید وصداقت کی کرن کہیں نظر نہیں آتی تھی، سید محمد بن مبارک کرمانی اس وقت کے حالات کا جائزہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔

ہندوستان کی مملکت میں مشرق کے آخری سرے تک ہر طرف کفر اور بت پرستی کا دور دورہ تھا، ہندوستان کے سرکش اور مغرور لوگ اکثر خدائی کا دعویٰ کرتے تھے، اور خدائے بزرگ و برتر کے شریک بنتے پتھروں، درختوں، جانوروں، چوپایوں، اور گائے کے گوبر تک کو پوجتے تھے، کفر کی ان تاریکیوں میں ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے تھے۔

ہمہ غافل از حکم دین وشریعت　　ہمہ بے خبر از خدا و پیمبر
نہ ہرگز کسے دیدہ ہنجار قبلہ　　نہ ہرگز شنیدہ کس اللہ اکبر

تمام لوگ دین اور شریعت کے حکم سے بے خبر اور خدا و پیمبر سے ناواقف تھے، نہ کسی نے کبھی قبلہ کی سمت پہچانی، نہ کسی نے اللہ اکبر کی صدا سنی (سیر الاولیاء ص ۵۷)

ایسے پر آشوب و پرفتن ماحول میں حضرت خواجہ غریب نواز نے قدیم ہندوستان کے عظیم سیاسی و مذہبی مرکز اجمیر کو اپنے قیام کے لئے منتخب فرمایا، یہ جرأتمندانہ فیصلہ مرد حق شناس کی اولوالعزمی، بلند ہمتی اور ایمانی جرأت کا ایک درخشاں کارنامہ ہے، جس کی مثالیں صرف پیشوایان مذاہب اور فاتحین عالم کی تاریخوں میں مل سکتی ہیں۔

اجمیر کی وجہ تسمیہ :

ہندوستان کے شمال مغربی خطہ راجپوتانہ میں ایک قدیم بارونق شہر ہے، جو سر بفلک پہاڑوں کے دامن میں آباد ہے۔ اجمیر کی وجہ تسمیہ اور اس کے قلعہ کی تاسیس کے بارے میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں۔

اجمیر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہندوستان کے راجاؤں میں ایک ''راجہ آجا''

نام کا تھا، جس کی عملداری غزنی تک تھی، آجا آفتاب کو بھی کہتے ہیں، ہندی زبان میں میر پہاڑ کو کہتے ہیں، ہندوؤں کی تاریخوں میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں پہلی فصیل جو پہاڑ کی چوٹی پر بنائی گئی یہی دیواریں ہیں جو کوہ اجمیر کے اوپر ہیں۔ اور ملک ہند میں جو پہلا تالاب زمین پر کھودا گیا وہ کشکر ہے جو اجمیر سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے، ہندو جس کی پرستش کرتے ہیں اور ہر سال چھ روز تحویل عقرب کے وقت جمع ہو کر غسل کرتے ہیں۔ اپنی عمر اور اولاد کو دین باطل پر ضائع کرتے ہیں، ان میں سے جو لوگ قیامت کے قائل ہیں، ان کا عقیدہ ہے کہ قیامت اسی تالاب سے شروع ہوگی۔ آجا نامی راجہ اس ملک کے سب راجاؤں سے پہلے ہوا ہے اور پتھورا سب سے آخری تھا۔ (اخبار الاخیار ص ۲۱)

حضرت خواجہ غریب نواز کے ورود ہند کے وقت اجمیر کا راجہ پرتھوی راج چوہان تھا، جسے رائے پتھورا بھی کہا جاتا تھا، اس کی عملداری میں دہلی بھی تھا اور یہ شمال مغربی ہند کے ایک وسیع و عریض خطہ کا مالک و مختار تھا، اس کا پایہ تخت اجمیر تھا، یہ چوہان خاندان کا آخری فرمانروا تھا، اسی راجہ نے گھوڑوں کے اصطبل کے لئے شہر ناگور کی تعمیر کی جس کا نام نوانگر رکھا جو بعد میں ناگور ہو گیا۔ رائے پتھورا شمال ہند کا سب سے با اقتدار راجہ تھا، اس کے عہد میں شہر اجمیر ہندوؤں کا عظیم مذہبی سیاسی مرکز تھا۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے شہاب الدین غوری کی فتح دہلی و اجمیر سے قبل اس مرکزی شہر کو اپنی روحانی راجدھانی کے لئے منتخب فرمایا۔

اجمیر میں آمد:

حضرت خواجہ غریب نواز کے زمانہ ورود اجمیر کے سلسلہ میں تاریخ و سیر کی روایتوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں، تاہم تاریخی قرائن اس امر کی توثیق کرتے ہیں کہ آپ ۵۸۷ھ میں وارد اجمیر ہوئے، جہاں روز اول ہی سے آپ کی باطل شکن کرامتوں کا ظہور ہونے لگا، جس نے ایک بوریہ نشین درویش کی روحانی عظمت و قوت کا سکہ اہل اجمیر کے دلوں پر بیٹھا دیا۔

راجہ کے اونٹ بیٹھے ہی رہ گئے:

جب حضرت خواجہ غریب نواز کا نورانی قافلہ اجمیر پہونچا تو آپ نے شہر سے باہر ایک سایہ دار مقام پر قیام پزیر ہونا چاہا، راجہ کے ملازمین نے روکتے ہوئے کہا آپ یہاں قیام نہیں کر سکتے اس لئے کہ یہاں ہمارے راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں، حضرت کو ناگوار گزرا، فرمایا میں یہاں سے جاتا ہوں تمہارے اونٹ بیٹھے ہی رہ جائیں گے، یہ فرما کر آپ کھڑے ہو گئے اور اناساگر کے پاس تشریف لائے جہاں اس وقت بت خانوں کی کثرت تھی، آپ نے ایک بلند مقام پر (جو اس وقت حضرت کی چلہ گاہ کے نام سے موسوم ہے) قیام فرمایا، جب شام ہوئی راجہ کے اونٹ حسب معمول اپنی جگہ پر آئے اور بیٹھ گئے، حضرت کے ارشاد کے مطابق ایسے بیٹھے کہ بیٹھے ہی رہ گئے، اٹھانے پر بھی نہ اٹھے، ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے سینے زمین سے چپک گئے ہوں، صبح کے وقت جب شتربانوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو وہ اٹھ نہ سکے، اس بات نے انہیں سخت حیرانی میں مبتلا کر دیا، انہوں نے مشورہ کیا اور اس بات پر اتفاق کیا کہ کل ہم نے

جس فقیر کو یہاں ٹھہرنے نہ دیا اس کی بددعا لگ گئی ہے۔ پھر وہ سب کے سب حضور کی خدمت میں آئے اور معذرت خواہ ہوئے، حضرت نے از راہِ شفقت ارشاد فرمایا۔ جاؤ بارگاہِ الٰہی سے تمہارے اونٹوں کے اٹھنے کا حکم ہو چکا ہے، جب یہ شتربان اونٹوں کے گلہ میں پہونچے، یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر ششدر رہ گئے کہ سارے اونٹ از خود کھڑے ہوگئے ہیں۔

(خزینۃ الاصفیاء ج ا ص ۲۶۸، مونس الارواح ص ۳۱)

دشمنوں کی حیرت انگیز ناکامی:

شہر اجمیر میں جب حضرت خواجہ کی کرامت کا شہرہ ہوا لوگوں میں اضطراب پیدا ہوگیا، اس درویش کامل کے ورود مسعود سے قدیم روایتی دھرم کی بنیادیں متزلزل ہونے لگیں۔ ایک جماعت راجہ پرتھوی راج کے پاس آئی اور کہا یہ اجنبی شخص جو ہمارے شہر کے مندروں کے پاس سکونت گزیں ہے، اس مقام پر اس کا قیام کرنا مناسب نہیں، کیونکہ وہ ہمارے دھرم سے جداگانہ دین رکھتا ہے اس کے اخراج کا حکم صادر کرنا چاہئے۔ راجہ نے اعدائے اسلام کی درخواست قبول کر لی، اور اس نے اپنے چند سپاہیوں کو مقرر کیا کہ وہ اجنبی فقیر کو اناساگر تالاب سے ہٹادیں اور ہمارے حدود ولایت سے نکالدیں، جب راجہ کے مسلح سپاہی اور کارندے برہمنوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ حضرت خواجہ کی فرود گاہ پر پہونچے اور آپ کو اذیت پہونچانے کا ارادہ کیا، ان کے تیور کو دیکھ کر حضرت خواجہ نے زمین سے ایک مٹھی خاک اٹھائی، اس پر آیۃ الکرسی پڑھ کر ان کی طرف پھینک دی، جس کے چہرے پر مٹی کا ذرا بھی حصہ پڑا وہ پریشان ہو کر

شہر کی جانب بھاگ گیا، اس طرح مشتعل ہجوم اپنے باطل ارادے کی تکمیل نہ کر سکا۔

(تذکرۃ الاولیاء ص ۸)

رام دیو کا قبول اسلام:

اناساگر جس کے گرد ونواح میں ہزاروں بت خانے تھے، جن پر سیکڑوں من تیل اور پھول صرف ہوتے، صبح سے شام تک پرستاروں کا ہجوم رہا کرتا تھا برہمنوں اور پجاریوں کو حضرت کا قیام ناگوار گزرا، ایک دن جب راجہ اور اہل شہر کی کثیر تعداد مندروں میں پوجا کے لئے حاضر ہوئی، مہنتوں کا سردار رام دیو مہنت، ایک جماعت کثیر کے ساتھ حضرت کی بارگاہ میں آیا۔ حضرت خواجہ کے جمال جہاں آرا پر نظر پڑتے ہی لوگوں کے جسموں پر لرزہ طاری ہوگیا، بید کی طرح کانپنے لگے، حضرت کی نگاہ کیمیا تاثیر نے مہنت کے دل کی کیفیت بدل دی، وہ بصد خلوص وعقیدت آگے بڑھا اور دست حق پرست پر اسلام قبول کرلیا۔

پجاریوں کا سردار رام دیو جو چند ساعت قبل تک کفر وشرک سے نہ صرف آلودہ تھا بلکہ اس باطل فکر وعمل کا مبلغ وترجمان بھی تھا۔ اب وہ توحید ورسالت کا اقراری بن چکا تھا۔ ایک جماعت لے کر حضرت خواجہ کو پریشان کرنے آیا تھا۔ مگر شر پسندوں کا وہی قائد حضرت خواجہ کے دفاع میں سینہ سپر ہوگیا اور لکڑی اور پتھر سے معاندین خواجہ کو مار کر بھگا دیا، حضرت خواجہ نے رام دیو کی یہ مجاہدانہ خدمت دیکھی تو از راہ کرم ایک پیالہ پانی عطا فرمایا اور پینے کا حکم دیا، پانی پیتے ہی اس کا آئینہ دل ضلالت وگمراہی کے زنگ سے پاک ہوگیا، بے جان قلب وروح میں زندگی کی توانائی پیدا ہوئی، عشق وارادت کے فیض عام نے اسے حضرت کے

قدموں میں ڈال دیا اور وہ داخل سلسلہ ہوگیا، خواجہ نے اس کا نام شادی دیو رکھا۔

جادوگروں کی ناکامی:

کچھ دیر ٹھہر کر وادئ نیل میں حق و باطل کے ان معرکوں کو تصور کیجئے جب شاہ مصر فرعون کو اور اس کے ہوا خواہوں کو عصاء موسوی اور ید بیضاء کے معجزات دیکھ کر یقین ہوگیا تھا کہ اب وہ دن قریب آچکا ہے کہ ان کے اقتدار و سطوت کا جلال کافور ہو جائے گا، اور باطل اوہام و تصورات کے تانے بانے تار عنکبوت کی طرح بکھر جائیں گے، کیونکہ حضرت موسیٰ نے وحدانیت رب العلمین کا تصور پیش کیا تھا جس کی رو سے پورا فرعونی نظام جبروت تبدیل ہو جائیگا، اور ملک مصر کی مذہبی روایات کے ساتھ سیاسی و سماجی زندگی کے فرسودہ نظام ایک قلم موقوف ہو جائیں گے، اس لئے اعیان سلطنت نے فرعون کو مشورہ دیا کہ حضرت موسیٰ کے معجزات کا دفاع قوت سحر سے کیا جائے، چنانچہ انہوں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ تمام شہروں سے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کرو اور ان کی اجتماعی قوت سے موسیٰ کو دبا دو، چنانچہ ہزاروں ساحر ملک کی قلمرو سے سمٹ کر فرعون کے پاس پہونچ گئے اور انہوں نے تمام اہل شہر، اور اعیان سلطنت کی موجودگی میں اپنے فن کے مظاہرے کئے، مگر نظر فریبوں کے اس طلسم کو عصاء موسوی نے ہیبت ناک اژدہا بن کر نگل لیا تھا، اور فرعونی عزائم کو خاک میں ملا دیا تھا، ساحروں کی نگاہوں سے پردے اٹھ چکے تھے، ان پر روحانی حقائق ظاہر ہو گئے تھے۔

واوحینا الیٰ موسیٰ ان الق عصاك فاذا هی تلقف مایا فکون فوقع الحق و بطل ما کانوا یعملون فغلبو هنالك و انقلبوا صاغرین و القی

السحرة ساجدین قالو آمنا برب العلمین رب موسیٰ و هرون.(الاعراف)

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی پھینک اپنا عصاء، اور اس کا پھینکنا تھا کہ آن کی آن میں ان کے چھوٹے طلسم کو نگلتا گیا، حق ظاہر ہوگیا اور وہ جو کچھ کر رہے تھے سب نابود ہوا، اس پردہ مغلوب ہوئے اور ذلیل ہوکر رہ گئے، جادوگر سجدے میں گر گئے، بولے ہم سارے عالم کے پروردگار ہے، ایمان لائے اور موسیٰ و ہارون کے رب پر۔

فرعون اور اس کے اعیان حکومت کا گمان تو یہ تھا کہ موسیٰ پر ساحروں کا جادو چل جائیگا، اور اہل مصر کی نگاہوں سے موسیٰ کی وقعت گر جائے گی مگر ان باطل پرستوں کو کیا معلوم تھا کہ جن ساحروں کو حضرت موسیٰ کے مقابلے میں لایا جا رہا ہے، وہ اعجاز موسوی کا نظارہ کرنے کے بعد اپنی فتون گری سے باز آکر موسیٰ و ہارون کے رب کے پرستار اور الوہیت و ربوبیت خدا کے برسر عام قائل ہو جائیں گے۔

اجمیر کی سرزمین پر بھی حق و صداقت کے مقابلے میں شرک و باطل کی رزم آرائی اور اس کے نتائج کچھ اسی طرح کے تھے، اور چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کا ستیزہ کار ہونا وہی نوعیت رکھتا ہے، جو ہزاروں سال پہلے مصر میں دیکھا گیا تھا۔

حضرت خواجہ غریب نواز نے جب اجمیر کی سنگلاخ وادیوں میں چشمۂ ہدایت جاری کرنا چاہا، اور ہزاروں سال پرانی مشرکانہ مذہبیت اور جاہلانہ تصورات کے بت ٹوٹنے لگے، اور آپ کی باطل شکن کرامتوں کا ظہور ہونے لگا

تو پرتھوی راج کو اپنے ایوان اقتدار کی بنیادیں متزلزل نظر آنے لگیں، اور باطل اوہام وتصورات کے تانے بانے منتشر نظر آنے لگے، چنانچہ نے حق کی آواز دبانے اور روحانی کرشموں کا چراغ گل کرنے کے لئے وہی تدبیریں سوچیں جو فرعون مصر حضرت موسیٰ کے مقابلہ میں بروئے کار لایا تھا۔

پرتھوی راج اور اس کے اعیان سلطنت کا خیال تھا کہ یہ فقیر بہت بڑا جادوگر ہے، اس کے مقابلہ کے لئے سلطنت کے جادوگروں کا اجتماع ناگزیر ہے، انہیں کی مدد سے اس فقیر کو اجمیر سے نکالنا ممکن ہو سکے گا، ناعاقبت اندیش ظاہر بینوں نے ہندوستان کے سب سے بڑے شعبدہ باز ساحر جے پال کو بلایا، جے پال اپنے ڈیڑھ ہزار ایسے شاگردوں کے ساتھ جو سحر میں کمال رکھتے تھے اجمیر پہونچا، جے پال کے اجمیر پہونچتے ہی راجہ اور اس کے امراء کے حوصلے بڑھے، انہیں یقین ہو گیا کہ اب ہم اجنبی فقیر کو زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے، شعبدہ وسحر کی معتقد دنیا کو کیا خبر تھی کہ اہل حق سے خوارق کا ظہور نظر بندی نہیں بلکہ حقیقت ہے، روحانی تصرفات کے مقابلہ میں مادی شعبدہ سحر کے تانے بانے بکھر کر رہ جائینگے، جے پال جوگی ڈیڑھ ہزار حامیوں اور اعیان و امراء سلطنت کے ایک گروہ کے ساتھ اپنے فن کا کرشمہ دکھانے کے لئے قیام گاہ خواجہ کی طرف بڑھا۔ جب حضرت خواجہ کو جے پال کے آنے کی خبر ہوئی وضو کر کے اپنی مجلس کے گرد عصائے مبارک سے لکیروں کا حصار بنا دیا، اور فرمایا ''انشاء اللہ کوئی دشمن اس دائرہ کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔''

جے پال غرور ونخوت کا پیکر بن کر جب قریب پہونچا، اس کے چیلوں

میں سے جس نے دائرہ حصار کے اندر داخل ہونا چاہا، اور قدم دائرہ میں رکھا بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

انا ساگر پیالے میں:

جبر وتشدد کا نظام جب پرستاران حق کی روحانی قوت سے مرعوب ہوتا ہے تو مادی وسائل سے زندگی پر قدغن لگانے کی کوشش کرتا ہے، چنانچہ راجہ نے حق وباطل کے اس معرکہ میں اہل حق پر قابو پانے کے لئے یہ وطیرہ بھی اختیار کیا کہ انا ساگر جس کا پانی تمام اہل شہر، چرند و پرند پیتے تھے، حضرت خواجہ کے ہمراہیوں کے لئے اس سے سیراب ہونے کی ممانعت کر دی، تالاب کے کنارے سخت پہرہ بٹھا دیا گیا۔ جب حضرت خواجہ کو اس غیر اخلاقی طرز عمل کا علم ہوا تو آپ نے شادی دیو سے کہا جس طرح بھی ممکن ہو انا ساگر سے ایک پیالہ پانی لاؤ، شادی نے پیالہ لیا ہمت و جرأت کے ساتھ آگے بڑھا، پہرے کے باوجود تالاب تک پہونچ گیا، جونہی پیالہ پانی میں ڈالا سارا پانی سمٹ کر پیالہ میں داخل ہو گیا، اور لوگوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ وسیع وعریض انا ساگر خشک ہو گیا۔ جہاں چند لمحہ پیشتر صاف شفاف پانی موجیں مار رہا تھا، اب وہاں خاک اڑ رہی ہے، شادی دیو پانی سے بھرا ہوا پیالہ لے کر خواجہ صاحب کے پاس گیا اور تمام اصحاب خواجہ کی ضروریات اس سے پوری ہونے لگیں، سب کی ضروریات پوری ہوتیں اور پانی کم نہ ہوتا۔ چونکہ انا ساگر ہی سے اجمیر کے اکثر باشندوں کی ضرورت پوری ہوتی تھی۔ جے پال نے جب یہ حال دیکھا تو دائرہ حصار کے قریب آیا اور کہا، بندگان خدا پیاس کی شدت سے ہلاک ہو رہے ہیں، تم خود کو

فقیر کہتے ہو فقیر کو رحم دل ہونا چاہئے نہ کہ ظالم، اقتضائے دریا دلی یہ ہے کہ بندگان حق کو پانی دے دو۔ حضرت خواجہ نے جب جے پال جوگی کی عرض سماعت فرمائی، شادی دیو کو حکم دیا کہ اناساگر کے جس مقام سے پانی لائے ہو وہیں پانی ڈال دو، شادی نے پیالۂ آب اناساگر میں انڈیلا، دیکھتے ہی دیکھتے سارا تالاب پانی سے لبالب ہو گیا۔

جے پال کی سحر انگیزی:

جے پال اور اس کے چیلوں نے حضرت خواجہ کے خلاف سحر کے کرشموں کا آغاز کیا، پہاڑ کی بلندیوں سے ہزاروں کی تعداد میں زہریلے سیاہ سانپ لہراتے ہوئے حضرت خواجہ کی جانب بڑھے، سانپوں کا یہ لشکر جب حدود آخر تک پہونچا سانپوں نے لکیر پر سر رکھ دیا، آگے نہ بڑھ سکے، جب یہ سحر ناکام ہوا جے پال نے اپنے فن کے زور سے آگ کی بارش برسانی شروع کی، ہر طرف انگاروں کے ڈھیر لگ گئے، ہزاروں ہرے بھرے درخت جل کر راکھ ہو گئے مگر دائرہ حصار اور اس کی فضا آگ کے انگاروں سے بالکل محفوظ رہی۔

جب آتش سحر سے حضرت خواجہ اور ان کے ساتھیوں کو ذرہ برابر گزند نہ پہونچا، تو جے پال نے اپنی دانست میں اپنے ترکش سحر کا آخری تیر چھوڑنے کا ارادہ کیا، اس نے حضرت خواجہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا۔ اب میرا اور تمہارا مقابلہ باقی ہے، بہتر ہے کہ تم فوراً اجمیر چھوڑ دو ورنہ میں آسمان پر جا کر تمہارے سروں پر اس قدر بلائیں برساؤں گا کہ تمہارا سنبھلنا دشوار ہو جائے گا، حضرت خواجہ نے تعجب سے فرمایا:

تو کارزمیں را نکو ساختی ☆ کہ با آسماں نیز پرداختی

جے پال نے ہرن کا مرگ اچھالا ہوا میں پھینکا، اور اچھل کر اس پر بیٹھ گیا دیکھتے ہی دیکھتے وہ فضا میں پرواز کرنے لگا اور نگاہوں سے غائب ہو گیا، لوگ حیران تھے دیکھو اب کیا ہوتا ہے، حضرت نے جے پال کا یہ کرشمۂ سحر اور لوگوں کی حیرت دیکھی تو اپنے نعلین (کھڑاؤں) کو حکم دیا کہ جاؤ سرزنش کرتے مغرور جے پال کو نیچے اتار لاؤ۔ یہ فرمان سنتے ہی دونوں کفش پرندوں کی طرف فضا میں اڑتے ہوئے نگاہوں سے روپوش ہو گئے، چند ساعت بعد لوگوں نے یہ حیرت انگیز منظر دیکھا کہ حضرت کے پاپوش جے پال کے سر کو کوٹتے ہوئے خواجہ کے پاس لے آئے۔

جے پال کا قبول اسلام:

کھڑاؤں کی ضرب نے منکر جے پال کے غرور ونخوت کا بت توڑ دیا تھا۔ روحانی صداقت کے سامنے جادوگری کا فریب تارِ عنکبوت کی طرح پارہ پارہ ہو چکا تھا، اسے معلوم ہو گیا کہ یہ درویش کوئی جادوگر نہیں، روحانیت کی غیر متزلزل قوت کا مالک ہے، اس کے ادنیٰ حکم سے بے جان پاپوش نہ صرف ہوا میں اڑنے کی صلاحیتوں سے بہرہ مند ہو جاتے ہیں بلکہ ہندوستان کے ماہر فن جادوگر کو بے بس کر کے ذلت وحقارت کے ساتھ زمین پر لانے کی قوت بھی پا جاتے ہیں، نگاہوں سے حجابات اٹھ چکے تھے، جے پال نے حضرت کے قدموں میں سر رکھ دیا اور خلوص دل کے ساتھ اسلام قبول کر لیا: عرض کی حضور دعا فرمائیے میں امر ہو جاؤں یعنی تا قیامت زندہ رہوں، حضرت نے دعا فرمائی الٰہی اس بندہ

کی دعا قبول فرما، جب حضرت پر دعا کی قبولیت کا اثر ظاہر ہوا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے دائمی زندگی پالی مگر لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مشہور ہے کہ جے پال اب تک اجمیر کے کوہستان میں رہتا ہے جو راہ گیر راستہ بھول جاتا ہے، اس کی رہبری کرتا ہے، ہر شب جمعہ روضہ مقدس کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے، حضرت نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (خزینۃ الاصفیاء ج اص ۲۶۲)

پرتھوی راج نے جب جے پال اور اس کے ساتھیوں کے سحر کی ناکامی اور روحانی سرچشمہ قوت کے مقابلہ میں طلسم و شعبدہ کی شکست فاش دیکھی سخت نادم پشیمان ہوا، اور خائب وخاسر اجمیر کی طرف لوٹ گیا۔ جب رائے پتھورا کی ماں کو حضرت خواجہ کی آمد، اونٹوں کے بیٹھے رہ جانے، اناساگر کے خشک ہو جانے، اور جے پال کے شعبدوں کی ناکامی کا حال معلوم ہوا، اس نے پرتھوی راج سے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے بارے میں میں نے بارہ سال پہلے کہا تھا، اب تم اس سے ہرگز مباحثہ ومجادلہ نہ کرنا، اس لئے کہ تمہارے لئے کوئی مقابلہ سودمند نہ ہوگا، تم اس کی تعظیم وتوقیر کرنا۔ (مونس الارواح ص ۳۲)

حضرت خواجہ کے باطنی تصرفات اور موثر کرامات نے باشندگان اجمیر کو کافی متاثر کیا، عوام وخواص کی کثیر تعداد شرک وبت پرستی سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہوئی، روز بروز حضرت خواجہ کے ارادتمندوں کا حلقہ وسیع ہونے لگا، حضرت نے اناساگر کی قیامگاہ ترک فرمائی اور اپنے حلقہ بگوش خدام کے ساتھ شہر اجمیر میں اس مقام پر سکونت اختیار کی، جہاں اس وقت درگاہ شریف ہے۔

پرتھوی راج کو دعوت اسلام:

شہر میں قیام پزیر ہونے کے بعد خواجہ غریب نواز نے پرتھوی راج کو دعوت اسلام پیش، کی آپ نے تحریر فرمایا: "اے راجہ تیرا اعتقاد جن جن لوگوں پر تھا وہ بحکم خدا مسلمان ہو گئے ہیں۔ اگر بھلائی چاہتا ہے تو تو بھی مسلمان ہو جا ورنہ ذلیل وخوار ہوگا، سنگدل پرتھوی راج نے اس دعوت حق کو قبول نہ کیا۔ تو حضرت خواجہ نے مراقبہ کیا، کچھ دیر کے بعد جب تفکر سے سر اٹھایا، اور فرمایا اگر یہ بد بخت ایمان نہ لایا تو میں اس کو اسلامی لشکر کے حوالہ زندہ گرفتار کرادونگا۔

(سیر الاقطاب ص ۱۳۲)

حضرت خواجہ کی روحانی قوت کے سامنے پے در پے شکستوں نے پرتھوی راج کو خاموش کر دیا تھا، مگر وہ حضرت خواجہ کے فیض روحانی سے اجمیر میں اسلام کی بڑھتی ہوئی افرادی طاقت سے سخت پریشان تھا۔ حضرت خواجہ کے ارادتمندوں کا وسیع حلقہ اس کے لئے گہری فکر وتشویش کا سبب بن چکا تھا، جس سے اس کی آتش عداوت در پردہ بھڑکتی رہی اور وہ آپ کو اجمیر سے نکال دینے کے خفیہ منصوبے بناتا رہا۔

پیشین گوئی:

ایک بار حضرت خواجہ کے ایک مرید کو رائے پتھورا نے ستایا، حضرت نے کسی شخص کو راجہ کے پاس بھیجا اور مسلمان پر ظلم وتشدد سے باز رہنے کا حکم دیا، حضرت کی ہدایت اسے سخت ناگوار گزری، اس نے غضبناک ہو کر کہا۔ کیا ہی اچھا ہو جو یہ فقیر یہاں سے چلا جائے، یہ بات ہر شخص سے کہتا رہتا تھا۔ یہ شخص یہاں

آکر غیب کی باتیں کرتا ہے، جب راجہ کے اس گستاخانہ قول کی خبر حضرت کو ملی آپ نے غضبناک ہوکر ارشاد فرمایا۔ "پتھورا را زندہ گرفتیم و دادیم۔ ہم نے رائے پتھورا کو زندہ گرفتار کیا اور دے دیا"۔

(مونس الارواح ص ۳۷ فوائد السالکین ص ۴۴)

یہ پیشین گوئی ہندوستان میں سیاسی وتاریخی لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہے، جس کا اندازہ ہندوستان میں مسلمانوں کی جنگی سرگرمیوں کے پس منظر میں لگایا جاسکتا ہے، اور گرفتیم ودادیم کی معنویت واضح ہوسکتی ہے۔

تسخیر ہند:

جب ترائن کی پہلی جنگ میں شہاب الدین غوری کو شکست ہوئی تو وہ غزنی پہونچ کر جنگی تیاریوں میں مصروف ہوگیا، اس نے ایک لاکھ بیس ہزار سپاہ جمع کرلی مگر ابھی وہ ہندوستانی راجاؤں کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ ہوسکا تھا کہ ایک رات اس نے خواب میں ایک نورانی صورت بزرگ کو دیکھا، جو فرمارہے ہیں خداوند تعالیٰ تم کو ہندوستان کی بادشاہت عطا کرنے والا ہے، تم اس ملک کی طرف توجہ کرو، خواب میں اس بشارت عظمیٰ کو سننے کے بعد اس کے حوصلوں کو قوت ملی اور اسے یقین ہوگیا کہ فتح اب اس کے قدم چومے گی، شکست کا بدنما داغ جو دامن عزت پر لگا ہے دھل جائے گا۔ وہ اپنا لشکر لے کر ترائن پہونچا، جہاں اس کو تین لاکھ راجپوتوں کے مقابلہ میں شاندار فتح حاصل ہوئی۔

ترائن کی فتح پورے ہندوستان پر مسلمانوں کی فتح واقتدار کا باب اول ثابت ہوئی، اور جلد ہی دہلی میں مسلمانوں کی ایک مستحکم مرکزی سلطنت قائم ہوگئی،

دوسری طرف ترائن میں شکست فاش کے بعد راجپوتوں کی سیاسی عظمت اور چوہانوں کے اقتدار کے تانے بانے بکھر گئے، راجپوت راجاؤں کی شکست کے اثرات صرف اجمیر اور دہلی ہی تک محدود نہ رہے بلکہ پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی حربی قوت کا سکہ بیٹھ گیا۔

تسخیر ہند کی سرگرمیاں جو محمد بن قاسم کے حملہ ۹۲ھ سندھ سے شروع ہوتی ہیں، ان کی نتیجہ خیز تکمیل ۵۸۸ھ ۱۱۹۲ء میں ترائن کی فتح سے ہوتی ہے اندرون ہند کی فتوحات اور قیام اقتدار کا فتح باب حضرت خواجہ غریب نواز کے روحانی فیوض وبرکات ہی کا کرشمہ ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب حضرت خواجہ نے اجمیر کو اپنی روحانی راجدھانی بنالیا اور ظلمت کدہ ہند میں ان کی تبلیغی جد وجہد سے نور ہدایت پھیلا، تب کہیں جاکر مسلمان فاتحین کے لئے اندرون ہند فتوحات آسان ہوئیں، اور ان علاقوں پر ان کے اقتدار وسطوت سلطانی کی گرفت مضبوط ہوئی، چنانچہ ملا عبدالقادر بدایونی لکھتے ہیں:

ایں فتح بموجب راندن نفس مبارک رحمان آں قطب ربانی نمود، یہ فتح حضرت قطب ربانی (خواجہ اجمیری) کی برکتوں سے ہوئی۔

شہاب الدین غوری غریب نواز کی بارگاہ میں:

ترائن کی تاریخی فتح کے بعد شہاب الدین غوری سرستی، ہانسی، سمانا، کہرام کے مشہور قلعوں کو فتح کرتا ہوا دار الخیر اجمیر میں وارد ہوا۔ جس وقت شہاب الدین غوری اجمیر کے کوہستانی علاقہ میں داخل ہوا تو شام ہوچکی تھی، مغرب کا وقت تھا، اچانک ایک پہاڑ کی اونٹ سے اذان کی آواز آنے لگی وہ متحیر ہوا، اور

دریافت کیا یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ لوگوں نے بتایا ایک فقیر کچھ دنوں سے یہاں تشریف لائے ہیں، یہ آواز وہیں سے آرہی ہے، شہاب الدین آواز کے رخ پر چل پڑا دیکھا تو اہل اللہ کی ایک جماعت بارگاہِ الٰہی میں صف بستہ ہوکر فریضہ نماز ادا کر رہی ہے، وہ بھی جماعت میں شامل ہو گیا، خواجہ غریب نواز امامت فرما رہے تھے جب نماز ختم ہوئی اچانک شہاب الدین غوری کی نگاہ خواجہ غریب نواز پر پڑی، یہ دیکھ کر اسے حیرت ومسرت ہوئی کہ یہ تو وہی بزرگ ہے جنہوں نے اسے خواب میں فتح وکامرانی کی بشارت دی تھی، وہ اپنے جذبات عقیدت ومحبت کو ضبط نہ کر سکا، حضرت غریب نواز کے قدموں پر گر پڑا، اور دیر تک روتا رہا، جب رونے سے فارغ ہوا حضرت خواجہ کی خدمت عالی میں مودب بیٹھ گیا، اور اپنی قلبی خواہش کا اظہار کیا کہ حضور اس غلام کو مریدی کے شرف سے نوازیں، حضرت خواجہ نے درخواست قبول فرمائی اور حلقہ ارادت میں شامل کرلیا۔ (افاضات حمید ص ۱۴)

سفر دهلی:

اجمیر میں سکونت کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے بالعموم سفر و سیاحت کو ترک کر دیا تھا، تذکروں میں بغداد اور دہلی کے دو سفروں کے حالات ملتے ہیں، بغداد کا سفر پیر ومرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی زیارت کے لئے کیا تھا۔

حضرت خواجہ نے اپنا روحانی مرکز اجمیر کو قرار دیا اور دہلی میں اپنے چہیتے مرید وخلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو فروغ اسلام اور رشد وہدایت عوام کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

ایک بار حضرت قطب صاحب نے پیر ومرشد کی خدمت عالیہ میں مکتوب روانہ کیا، جس میں شوق زیارت اور تمنائے قدمبوسی کا اظہار فرمایا اور حاضری کی اجازت طلب کرتے ہوئے لکھا:

میں آپ کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں، اگر ارشاد ہو تو حضور کی قدمبوسی کا شرف حاصل کروں (تاریخ فرشتہ ج ۲، ص ۶۱۵)

جواب میں مرشد کامل نے تحریر فرمایا:

دہلی کا کار ولایت تمہارے سپرد ہے تم وہیں رہو، کچھ دنوں بعد ہم خود دہلی آئیں گے۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۱۰۱)

چنانچہ کچھ دنوں بعد حضرت خواجہ اپنے چہیتے خلیفہ قطب صاحب اور اہل دہلی کو اپنے باطنی فیوض وبرکات سے مالا مال کرنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ جب دہلی میں رونق افروز ہوئے، قطب صاحب کی خانقاہ میں قیام فرمایا، دہلی والوں کے لئے حضرت کی آمد خیر وبرکت کا سبب تھی، عوام و خواص روز وشب بارگاہ خواجہ میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے، سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا جو نہایت پاکباز بادشاہ تھا، خاصان حق کا گرویدہ معتقد تھا جب اسے علم ہوا بہ نفس نفیس قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔

ہندوستان کا بادشاہ یہ وہی التمش تھا جس کے لئے فرمانروائی ہند کی بشارت حضرت نے اس وقت دی جب وہ کمسن غلام تھا، اور خود ہند کی یہ ولایت تو سلطان الہند کی دعاؤں سے مسخر ہوئی تھی۔

دریافت کیا یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ لوگوں نے بتایا ایک فقیر کچھ دنوں سے یہاں تشریف لائے ہیں، یہ آواز وہیں سے آرہی ہے، شہاب الدین آواز کے رخ پر چل پڑا دیکھا تو اہل اللہ کی ایک جماعت بارگاہِ الٰہی میں صف بستہ ہو کر فریضہ نماز ادا کر رہی ہے، وہ بھی جماعت میں شامل ہو گیا، خواجہ غریب نواز امامت فرما رہے تھے جب نماز ختم ہوئی اچانک شہاب الدین غوری کی نگاہ خواجہ غریب نواز پر پڑی، یہ دیکھ کر اسے حیرت و مسرت ہوئی کہ یہ تو وہی بزرگ ہے جنہوں نے اسے خواب میں فتح و کامرانی کی بشارت دی تھی، وہ اپنے جذبات عقیدت و محبت کو ضبط نہ کر سکا، حضرت غریب نواز کے قدموں پر گر پڑا، اور دیر تک روتا رہا، جب رونے سے فارغ ہوا حضرت خواجہ کی خدمت عالی میں مودب بیٹھ گیا، اور اپنی قلبی خواہش کا اظہار کیا کہ حضور اس غلام کو مریدی کے شرف سے نوازیں، حضرت خواجہ نے درخواست قبول فرمائی اور حلقہ ارادت میں شامل کرلیا۔ (افاضات حمید ص ۱۴)

سفر دھلی:

اجمیر میں سکونت کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز نے بالعموم سفر و سیاحت کو ترک کر دیا تھا، تذکروں میں بغداد اور دہلی کے دو سفروں کے حالات ملتے ہیں، بغداد کا سفر پیر و مرشد حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی زیارت کے لئے کیا تھا۔

حضرت خواجہ نے اپنا روحانی مرکز اجمیر کو قرار دیا اور دہلی میں اپنے چہیتے مرید و خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کو فروغ اسلام اور رشد و ہدایت عوام کے لئے مقرر فرمایا تھا۔

ایک بار حضرت قطب صاحب نے پیر و مرشد کی خدمت عالیہ میں مکتوب روانہ کیا، جس میں شوق زیارت اور تمنائے قدمبوسی کا اظہار فرمایا اور حاضری کی اجازت طلب کرتے ہوئے لکھا:

میں آپ کی زیارت کے لئے حاضر خدمت ہونا چاہتا ہوں، اگر ارشاد ہو تو حضور کی قدمبوسی کا شرف حاصل کروں (تاریخ فرشتہ ج ۲، ص ۶۱۵)

جواب میں مرشد کامل نے تحریر فرمایا:

دہلی کا کار ولایت تمہارے سپرد ہے تم وہیں رہو، کچھ دنوں بعد ہم خود دہلی آئیں گے۔ (سفینۃ الاولیاء ص ۱۰۱)

چنانچہ کچھ دنوں بعد حضرت خواجہ اپنے چہیتے خلیفہ قطب صاحب اور اہل دہلی کو اپنے باطنی فیوض و برکات سے مالا مال کرنے کے لئے دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ جب دہلی میں رونق افروز ہوئے، قطب صاحب کی خانقاہ میں قیام فرمایا، دہلی والوں کے لئے حضرت کی آمد خیر و برکت کا سبب تھی، عوام و خواص روز و شب بارگاہ خواجہ میں حاضر ہو کر فیض حاصل کرتے، سلطان شمس الدین التمش کا زمانہ تھا جو نہایت پاکباز بادشاہ تھا، خاصان حق کا گرویدہ معتقد تھا جب اسے علم ہوا بہ نفس نفیس قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔

ہندوستان کا بادشاہ یہ وہی التمش تھا جس کے لئے فرمانروائی ہند کی بشارت حضرت نے اس وقت دی جب وہ کمسن غلام تھا، اور خود ہند کی یہ ولایت تو سلطان الہند کی دعاؤں سے مسخر ہوئی تھی۔

بابا فرید کی تکمیل ولایت:

دہلی کے دوران قیام دولت عرفان کی خوب بارش فرمائی، ہر شخص نے اپنے ظرف کے مطابق حصہ پایا جب واپسی کا وقت آیا تو حضرت خواجہ نے قطب صاحب سے دریافت فرمایا۔ تمہارے مریدوں میں سے کوئی نعمت پانے سے رہ گیا ہے؟ قطب صاحب نے عرض کی مسعودی بابا فرید گنج شکر رہ گیا ہے، وہ چلہ میں بیٹھا ہے، یہ سن کر دریائے کرم جوش میں آیا اور قطب صاحب کو لے کر بابا گنج شکر کی چلہ گاہ پر تشریف لے گئے، دروازہ کھولا تو دیکھا بابا فرید بیٹھے ہوئے ہیں، زحمت ریاضت سے جسمانی طاقت ختم ہوگئی، قیام بھی ممکن نہیں۔ آسمان ولایت کے آفتاب و ماہتاب کو حجرہ میں دیکھا تو بادیدہ نم سر نیاز حضرت خواجہ کے قدموں میں رکھ دیا، حضرت خواجہ نے فرمایا اے قطب کب تک اس بیچارے کو مجاہدے میں گھلاؤ گے، آؤ اسے کچھ عطا کریں۔ یہ کہہ کر خواجہ صاحب نے بابا فرید کا داہنا ہاتھ اور قطب صاحب نے بایاں بازو پکڑا، اور سہارا دیکر بابا فرید کو کھڑا کیا، پھر حضرت خواجہ نے آسمان کی طرف رخ کر کے ان کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔ خدایا ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ پر پہونچا۔ غیب سے ندا آئی، ہم نے فرید کو قبول کیا۔ "یہ وحید عصر ہوگا"۔ پھر خواجہ صاحب نے قطب صاحب کو ہدایت فرمائی کہ اسم اعظم جو خواجگان چشت میں سینہ بہ سینہ چلا آرہا ہے اسے تلقین کرو، چنانچہ اسم اعظم کی برکت سے بابا فرید نے سلوک معرفت کے منازل طے کر لئے، حجابات اٹھ گئے، علم لدنی کا انکشاف ہوا۔ (مسالک السالکین جلد ۲ ص ۲۹۹)

خواجہ عثمان ہارونی سے ملاقات:

اس سفر کے دوران ذی الحجہ ۶۱۱ھ وارد دہلی ہوئے، جہاں مدت دراز کے بعد حضرت خواجہ غریب نواز کو شیخ طریقت کی قدمبوسی اور روحانی صحبت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک دن سلطان شمس الدین التمش حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی زیارت کے لئے آیا اور عرض کیا۔ بخدا میں سچے دل سے حاضر ہوا ہوں، مجھ کو حقیقت کا سیدھا راستہ دکھایئے اور میری تربیت فرمایئے۔ حضرت نے سلطان کو طالب صادق پا کر صحبت، تربیت و کلاہ ارادت سے نوازا۔

پھر مرشد کامل نے حضرت خواجہ معین الدین سے فرمایا کہ سلطان التمش کی استقامت و تربیت کے لئے آیات و احادیث اور اقوال مشائخ کی روشنی میں ایک کتاب مرتب کرو جو سفر و حضر میں بادشاہ کے کام آئے، اور اس کا دل تفرقہ و خطرات غیر اللہ سے بالکل پاک رہے، روحانی تربیت کے لئے حضرت خواجہ نے "گنج الاسرار" تصنیف فرمائی۔

دوسرا سفر دہلی:

بعض تذکرہ نگاروں نے حضرت خواجہ غریب نواز کے دوسرے سفر کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ ایک کاشتکار نے خواجہ غریب نواز سے عرض کیا کہ حاکم نے میرے کھیت کی پیداوار ضبط کر لی ہے، کہتا ہے کہ جب تک شاہی فرمان نہ لاؤ گے اس میں سے کچھ نہ پاسکو گے۔ لہذا حضرت کی امداد چاہتا ہوں، میری روزی کا وسیلہ صرف یہی کھیت ہے، آپ حضرت قطب صاحب کو لکھدیں۔ وہ بادشاہ سے فرمان دلا دیں گے۔ اس درخواست پر حضرت خواجہ کسی کو مطلع کئے بغیر

کسان کو لے کر دہلی پہونچے۔

جب قطب صاحب نے تشریف آوری کی وجہ دریافت کی تو کسان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس کے کام کے لئے آیا ہوں۔قطب صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا کوئی خادم بھی سلطان سے فرمان حاصل کر سکتا تھا،حضور کو زحمت سفر اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟

حضرت غریب نواز نے فرمایا۔یہ ٹھیک ہے مگر مسلمان ذلت اور غربت کے وقت خدا کی رحمت سے قریب ہوتا ہے۔جب یہ شخص میرے پاس آیا تھا بہت رنجیدہ تھا، مجھے غیبی اشارہ ملا کہ کسی کے رنج وغم میں شریک ہونا عین بندگی ہے۔ادائے بندگی کے لئے میں خود آیا ہوں۔(وقائع شاہ معین الدین چشتی ص ۴۸)

حضرت خواجہ ایک خط بھی لکھ دیتے تو ضرورتمند کا کام ہو جاتا،خود سفر دہلی کی صعوبتیں کیوں برداشت کیں،اس سلسلہ میں شیخ عبدالرحمن چشتی (۱۰۰۵ھ تا ۱۰۹۴ھ) رقمطراز ہیں۔..........لیکن کاملین اولیاء زیادہ تر ترک مشیخت اختیار کرتے ہیں،اور اپنے آپ کو خلق کی نظروں میں حقیر دکھاتے ہیں،یہی وجہ تھی کہ سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام اس قدر بلند مرتبہ کے باوجود بازار میں جا کر خرید وفروخت فرماتے تھے،دوسری وجہ یہ ہے کہ اس طائفہ کے پیش نظر ہمیشہ دیانت اور راست بازی ہوتی ہے،اس لئے جس کسی کے ساتھ ان کو کوئی کام ہوتا ہے ان کی محض دنیاوی طمع کی وجہ سے عزت نہیں کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھنے والا ہے۔اصل وجہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ ہر کام کے لئے مامور من اللہ ہوتے ہیں،اپنے اختیار یا مرضی کو درمیان میں ہرگز نہیں،لاتے چنانچہ اس بارے میں خوب فرمایا ہے:

رباعی

عشق آمد وخود چو خونم اندر رگ وپوست — تہی کرد مرا از من وپر کرد ز دوست

اجزائے وجودم ہم دوست گرفت — نامی ست ز من دباقی ہمہ اوست

ترجمہ:۔عشق آیا اور میرے رگ وریشہ میں خون کی طرح داخل ہو گیا،عشق نے مجھے اپنے آپ سے خالی کر دیا اور میرے اندر دوست بھر دیا،میرے وجود کے تمام اجزاء دوست نے لے لئے اور میرا نام ہی نام رہ گیا باقی سب وہی ہے۔

(مرأۃ الاسرار ص ٦٠٦-٦٠٥)

مرشد کامل کی خواہش کا احترام اور اس کی تعمیل حضرت قطب صاحب کا فرض عین تھا،چنانچہ آپ سلطان شمس الدین التمش شہنشاہ ہند کے پاس تشریف لے گئے جو آپ کا حد درجہ معتقد اور سعادتمند مرید تھا،اس نے بارگاہ قطب میں بارہا درخواست پیش کی تھی کہ قطب صاحب اس کے کاشانہ سلطانی کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رونق بخشیں،اور سلطان کو میزبانی کا شرف اور خدمت کا موقع ملے،مگر مملکت فقر کے تاجدار کو دنیاوی بادشاہت اور اس کے فرمانرواسے کیا سروکار ہو سکتا تھا،اس لئے حضرت قطب صاحب نے نیاز مند سلطان کی دعوت پر کبھی قصر سلطانی کا رخ نہیں کیا اور نہ ہی شاہی ہدیئے اور نذرانے قبول کئے۔آپ جب کسی درخواست یا اطلاع کے بغیر شاہی محل میں تشریف لے گئے تو سلطان التمش کو مسرت کے ساتھ حیرت بھی ہوئی،آج اس کا بخت خفتہ جاگ اٹھا تھا،دیرینہ تمنا پوری ہو چکی تھی،جس کی وجہ سے حد درجہ مسرور تھا مگر تعجب بھی تھا کہ حضرت کیسے اور کس کام کے لئے تشریف لائے ہیں،اس لئے اس نے دست

بستہ آنے کی وجہ دریافت کی۔

حضرت قطب صاحب نے تمام حالات سے آگاہ کیا، سلطان نے فوراً ہی کاشتکار کے حق میں زمینداری کا استمراری فرمان تحریر کرا کے مرشد کامل کے حوالہ کیا۔

کہا جاتا ہے کہ ایک آراضی کا دستاویز حضرت خواجہ غریب نواز کے صاحبزادے خواجہ فخر الدین کے لئے بھی تحریر کرایا، جس کی رو سے وہ اس زمین پر خود کاشتکاری کرتے اور اس کے ذریعہ سادہ زندگی کے لئے سامان فراہم کرتے۔ قطب صاحب نے کاشتکار کا استمراری فرمان حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کر دیا، اس طرح ایک معمولی کاشتکار کی خدمت بھی ہوگئی اور اہل دہلی کو حضرت خواجہ غریب نواز کی زیارت اور کسب فیض کا موقع بھی میسر آ گیا۔

نجم الدین صغریٰ سے ملاقات:

دہلی کے شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ جنہیں حضرت قطب صاحب کی مقبولیت سے کبیدگی تھی، اس لئے حضرت غریب نواز کے قیام دہلی کے دوران جب کہ سارے عوام وخواص نے حضرت خواجہ غریب نواز کی بارگاہ میں حاضری دی مگر نجم الدین صغریٰ حاضر نہ ہوئے، حالانکہ حضرت خواجہ غریب نواز سے ان کے دیرینہ تعلقات اور دوستانہ روابط تھے، اور وہ ان کے پیر بھائی بھی تھے، ازراہ خلوص حضرت خواجہ شیخ الاسلام کے مکان پر بغرض ملاقات تشریف لے گئے، شیخ نجم الدین اس وقت اپنے مکان کے صحن میں ایک چبوترہ تعمیر کرا رہے تھے، انہوں نے حضرت خواجہ کو آتے ہوئے دیکھا تو نہ پرتپاک خیر مقدم کیا اور نہ ہی

آپ کی جانب متوجہ ہوئے، آپ نے یہ بدلا ہوا رنگ دیکھا تو فرمایا اے نجم الدین شیخ الاسلامی کے نشہ میں انسانیت کا دامن چھوڑ دیا اور دنیاوی راہ ورسم کو بھی بھول گئے۔ یہ سن کر شیخ نجم الدین شرمندہ ہوئے اور کہا میں تو وہی مخلص و معتقد ہوں، لیکن آپ نے اس شہر میں ایک ایسا مرید چھوڑ رکھا ہے جو میری شیخ الاسلامی کی کچھ بھی حقیقت نہیں سمجھتا۔ حضرت خواجہ نے مسکرا کر فرمایا، فکر نہ کرو میں بابا قطب الدین کو اپنے ساتھ اجمیر لے جاؤں گا۔

جب اقامت گاہ پر آئے قطب صاحب سے فرمایا، تمہاری شہرت و مقبولیت سے کچھ لوگ شاکی ہیں، بہتر ہے تم میرے ساتھ اجمیر چلو اور وہیں اقامت کرو۔ چنانچہ دونوں بزرگ دہلی سے اجمیر کی طرف جانے کے لئے روانہ ہوئے، دہلی میں کہرام مچ گیا۔

شہر کے تمام عوام وخواص سلطان التمس نہ کے ہمراہ شہر سے باہر نکل آئے، جہاں شیخ قطب الدین قدم رکھتے لوگ وہاں کی مٹی بطور تبرک اٹھا لیتے، لوگوں میں شدید اضطراب تھا، آنکھوں سے اشک جاری تھے، خواجہ معین الدین چشتی نے لوگوں کی حالت زار دیکھی تو فرمایا۔

بابا بختیار اسی مقام پر رہو کہ تمہارے شہر چھوڑنے پر خلق خدا بہت مضطرب اور بے حال ہے، میں یہ جائز نہیں سمجھتا کہ اتنے دل خراب و کباب ہوں، جاؤ میں نے یہ شہر تمہاری پناہ میں دیا، سلطان شمس الدین التمش نے قدمبوسی کی اور خوشی خوشی شیخ قطب الدین کے ہمراہ شہر میں واپس لوٹے، حضرت خواجہ اجمیر کی جانب روانہ ہوئے (سیر الاولیاء ص ۶۴)

شوق وصال:

حضرت خواجہ غریب نواز نے ہند کی سرزمین پر دعوتِ حق، تبلیغ واشاعت دین میں تقریباً ۴۵ سال بسر فرمائے، آپ نے اپنی مساعی جمیلہ اور باطنی تصرفات سے ظلمت کدہ ہند پر اسلام کے روحانی وسیاسی اقتدار کی جڑیں مستحکم فرمائیں، معرفت وسلوک کا ایک شاداب باغ لگایا جس کی نسیم نکہت بار سے پورا برصغیر ہند مہک اٹھا، اور آج تک چمنستان چشت کی خوشبو فضائے ہند میں رچی بسی ہوئی ہے۔

کشتگان خنجر تسلیم، زندگی کی بہاروں پر موت کے ذریعہ ملنے والے وصل محبوب کو ترجیح دیتے ہیں، اور زندگی کے لمحات اسی انتظار میں گزارتے ہیں، ان کے لئے پیغام اجل مژدہ جانفزا ہوتا ہے۔ اور لحد ان کے لئے خلوت کدۂ وصل حبیب بن جایا کرتی ہے۔

آج پھولے نہ سمائیں گے کفن میں آسی
ہے شب گور بھی اس گل سے ملاقات کی رات

حیات خواجہ کے آخری ایام کی بات ہے، ایک مجلس میں جہاں اہل صفا درویش کا مجمع تھا، موت کی حقیقت و ماہیت کے بارے میں آپ کے ملفوظات حضرت قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کی زبانی ملاحظہ فرمایئے۔

جمعرات کا دن تھا اور یہی آخری صحبت تھی، اجمیر کی جامع مسجد میں قدمبوسی کا شرف حاصل ہوا، اہل اللہ معززین اور عقیدت مند سبھی موجود تھے، ملک الموت پر بات چلی ارشاد ہوا کہ ملک الموت کے بغیر دنیا کی کیا قیمت؟

لوگوں نے دریافت کیا، ایسا کیوں؟ ارشاد ہوا حدیث مبارک میں تحریر کہ۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔

اس موقع پر یہ بھی ارشاد ہوا کہ دوستی حق کے معنی یہ ہیں کہ اسے دل سے یاد کیا جائے، اس نے دل پیدا کئے ہیں، لہذا دل کے گرد طواف کیا جائے کیونکہ محبت الٰہی کا دستور یہی ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندے سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے کہ جس وقت میرا ذکر تجھ پر غالب ہوجاتا ہے تو میں تیرا عاشق ہوجاتا ہوں، اور عشق سے مراد محبت ہے، اسی نشست میں فرمایا کہ اللہ والے آفتاب کے مانند ہیں، ان کا نور تمام کائنات پر نظر رکھتا ہے، اور انہیں کی ضیا پاشیوں سے ہستی کا ذرہ ذرہ جگمگا رہا ہے، حضرت خواجہ یہ فرما کر رونے لگے، اس سرزمین میں مجھے جو پہونچایا گیا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہیں میری قبر بنے گی، چند روز اور باقی ہیں، پھر سفر درپیش ہے۔ (دلیل العارفین ص ۵۸)

تفویض تبرکات:

حضرت غریب نواز کو مرشد کامل حضرت عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ نے تفویض خلافت کے بعد تبرکات عالیہ عطا فرمائے جو خانوادہ چشت میں وراثۃً چلے آرہے تھے، اس وقت ہدایت فرمائی تھی کہ یہ تبرکات عالیہ کسی مرد کامل کو دینا چنانچہ اپنے خلیفہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی کے لئے خلافت وسجادگی کا دستاویز تحریر کرایا اور تبرکات عالیہ تفویض فرمائے، حضرت قطب صاحب بیان فرماتے ہیں (مجلس میں) شیخ علی سنجری حاضر تھے، ان کو حکم دیا کہ فرمان لکھا

جائے اور ہمارے شیخ قطب الدین بختیار کا کی کو دیا جائے تا کہ وہ دہلی جائیں، ہم ان کو خلافت دیتے ہیں اور دہلی ان کے قیام کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ پھر جب تحریر مکمل ہوگئی تو مجھے مرحمت فرمائی، میں آداب بجالایا، حکم ہوا کہ قریب آ، میں اور نزدیک ہوگیا، کلاہ اور دستار اپنے دست مبارک سے میرے سر پر بہ نفس نفیس رکھا۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا عصائے مبارک اور خرقہ عنایت فرمایا، قرآن مجید اور اپنی خاص جانماز بھی عطا فرمائی، ارشاد فرمایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس امانت ہے جو خواجگان چشت کے ذریعہ ہم تک پہونچی ہے، میں تم کو یہ مقدس امانت سونپ رہا ہوں، تم کو لازم ہے کہ جس طرح ہم نے ان چیزوں کو پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ رکھا ہے تم بھی اسی طرح رکھو گے تا کہ کل قیامت کے دن خواجگان کے سامنے مجھے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے، نیاز مند پھر آداب بجالایا پھر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی، ارشاد ہوا جاؤ خدا کے سپرد کیا اور مقام عزت و بزرگی پر فائز کیا، اس کے بعد نصیحت فرمائی کہ چار باتیں بڑی خوبی کی ہیں ایک تو ایسی درویشی جس سے تونگری جھلکے، دوسرے بھوکوں کا پیٹ بھرنا، تیسرے حالتِ غم میں اظہار مسرت، چوتھے اس درجہ کی مردانگی کہ اگر کوئی دشمنی سے پیش آئے تو جواب میں دوستی کا مظاہرہ کرنا۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اہل محبت کا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی نماز شبانہ کے متعلق دریافت کرے تو از راہ کسر نفسی یہ کہہ دے کہ اتنی فراغت ہی کہاں۔ میں تو ملک الموت کے گرد گھومتا ہوں، جہاں کہیں اسے دشواری پیش آئے میں خود ہی بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لوں۔ حضرت خواجہ جب یہاں تک پہونچے تو میں اپنے دل میں

سوچ رہا تھا کہ قدمبوس ہو کر روانگی کی اجازت چاہوں، حضور کے قلب روشن پر میری بات واضح ہوگئی، آپ نے فرمایا آؤ، میں آگے بڑھا، قدمبوس ہوا، حضور نے فاتحہ پڑھی اور کہا کہ آزردہ نہ ہو اور مردانہ ہمت کے ساتھ رہ، میں پھر آداب بجالایا اور واپس ہوگیا، دہلی پہنچ کر میں نے وہیں سکونت اختیار کرلی، تمام شہر کے خاص وعام صوفیہ ائمہ سبھی میرے پاس آئے اور تعظیم وتکریم کی۔

حضرت خواجہ جس وقت اجمیر میں وارد ہوئے تھے اجمیر ہندوستان کا سب سے اہم سیاسی مرکز تھا، لیکن غوری فتوحات کے بعد اجمیر کی سیاسی مرکزیت کا خاتمہ ہوگیا تھا اور شمال ہند کا قلب و مرکز دہلی قرار پایا، جو مسلم سلاطین کی راجدھانی تھا، حضرت خواجہ غریب نواز نے حضرت قطب صاحب کو پہلے ہی دہلی میں بیٹھا دیا تھا، جب دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب آیا اپنے چہیتے خلیفہ کو سجادہ نشینی عطا کرکے ہند کی راجدھانی ہی کو خانوادہ چشت کا روحانی پایہ تخت قرار دیا تا کہ ہندستان میں اسلامی مملکت کی توسیع کے ساتھ روحانیت میں بھی اسی مرکز سے اشاعت ہوتی رہے۔

وصال پرملال :

آفتاب ولایت جس رات افق عالم سے روپوش ہوا وہ ۶/رجب ۶۳۳ھ/۱۶/مارچ ۱۲۳۶ء دوشنبہ کی شب تھی، عشاء کی نماز کے بعد حجرہ پاک میں تشریف لے گئے، دروازہ اندر سے بند کرلیا اور خادمان بارگاہ کو ہدایت فرمائی کہ کوئی یہاں نہ آئے، محرمان راز جو دروازہ پر تھے ساری رات عالم وجد میں پاؤں پٹکنے کی آواز سنتے رہے، آخر شب یہ آواز آنی موقوف ہوگئی، جب صبح

صادق ہوئی نماز فجر کے لئے خادموں نے دستکیں دیں جب دروازہ نہ کھلا تو خدام نے دروازہ کھولا دیکھا تو حضرت خواجہ غریق رحمت الٰہی ہو چکے ہیں، روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔ اور آپ کی پیشانی مبارک پر یہ غیبی تحریر ثبت ہے۔ هذا حبيب الله مات فی حب الله.

جس رات حضرت غریب نواز کا وصال ہوا چند اولیاء اللہ نے خواب میں حضور سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیہ الصلوٰۃ کی زیارت کا شرف حاصل کیا، سرکار فرمارہے ہیں کہ ہم آج محبوب خدا معین الدین چشتی کے استقبال کے لئے آئے ہیں۔

حضرت کی وفات اہل اجمیر کے لئے عظیم سانحہ تھی، ہزاروں ارادت مند بچشم نم جنازہ میں شریک ہوئے، خواجہ فخر الدین نے نماز جنازہ پڑھائی اور جسد مبارک اسی حجرے میں سپرد خاک کیا جو آپ کی قیام گاہ تھا۔

(ماخوذ از سلطان الہند خواجہ غریب نواز مرتبہ ڈاکٹر مولانا محمد عاصم اعظمی مطبوعہ فاروقیہ بکڈ پو دہلی ۱۹۹۶ء)

تعارف اسلامک ریسرچ سینٹر بریلی شریف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اکابرین اہلسنت کے افکار ونظریات اور تعلیمات کی نشر واشاعت کے جامع منصوبہ پر عمل پیرا ہو کر اسلامک ریسرچ سینٹر درجنوں کتابیں شائع کر چکا ہے۔ ہمارا تصنیفی واشاعتی مقصد کے ساتھ ہی ساتھ مدارس کے اساتذہ وطلبہ کو مصنف مضمون نگار/ترجمہ نگار اور قلم کا شاہ کار بنانے کی بھی کوشش ہے۔ بین الاقوامی تقاضوں کے تحت مختلف زبانوں میں اپنی آواز پر ایک ایک فرد تک پہنچانے کی مخلصانہ جدو جہد کی جا رہی ہے۔ جدید طرز نگارش اور [illegible] فکری علمی وتحقیقی انداز سے سیرت وتاریخ دعوت وتبلیغ اور رضویات ونوریات کے موضوعات پر کتابیں تصنیف کی جا رہی ہیں۔ اور خوبصورت انداز میں شائع کر کے عالم اسلام کے سامنے منظر عام پر لایا جا رہا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ بریلی شریف میں تصنیف وتالیف، ترجمہ وتخریج اور تنظیم وتحریک کا ایک مضبوط وموثر ادارہ ثابت ہو۔ ہم نے اس سمت بہتر پیش رفت کی ہے۔ ہماری کتابوں کا ضرور مطالعہ کریں، اور اپنے تاثرات سے نوازیں۔

Distributed by

ALL INDIA TANZEEM ULMAYE ISLAM

H.Block,House number 123 New Seelampur New Delhi 110053

Rs 40/-